ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

اکتوبر 2020ء - صفر المظفر 1442ھ (جلد 18 شمارہ 02)

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 18 شمارہ 02

اکتوبر 2020ء - صفرالمظفر 1442ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ.................. 25 روپے

سالانہ.................. 300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

اکتوبر 2020ء - صفرالمظفر 1442ھ (جلد 18 شمارہ 02)

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..............سوشل میڈیا نے کسر پوری کردی.........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط 7)...مشرکین ومنکرینِ اہلِ کتاب کی تردیداور وبال ..// // 5

درسِ حدیث ... مومن وصالح کے لیے موت، دنیا کی زندگی سے بہتر.... // // 18

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..// // 23

درود کی کثرت..مولانا شعیب احمد 34

ماہِ رجب: نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات...............مولانا طارق محمود 39

علم کے مینار:..... فقہی مسالک کی تدوین وترویج (حصہ اوّل)....مفتی غلام بلال 41

تذکرۂ اولیاء:..........خلافت کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خطاب.....مفتی محمد ناصر 47

پیارے بچو!........................ڈائناسار کی ڈرائنگ............مولانا محمد ریحان 51

بزمِ خواتین ....خلع لینے میں خواتین کے اختیارات (چھٹا حصہ)........مفتی طلحہ مدثر 54

آپ کے دینی مسائل کا حل........تکفیرِ شیعہ کا حکم.................ادارہ 61

کیا آپ جانتے ہیں؟............ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے

یزید کو جانشین کیوں بنایا؟..مفتی محمد رضوان 79

عبرت کدہ .... فرعون کی دھمکیاں اور ''رجلِ مومن''

کی دعوت (حصہ ہشتم)...مولانا طارق محمود 83

طب وصحت......................سَفَرجَل (یعنی بہی)............حکیم مفتی محمد ناصر 88

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز.........................// // 90

اخبارِ عالم ...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 91

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

سوشل میڈیا نے کسر پوری کر دی

پہلے کسی زمانے میں جب ''اخبار'' کا سلسلہ شروع ہوا، تو اہلِ نظر نے اسی وقت اس چیز کو محسوس کر لیا تھا کہ یہ اچھائیوں اور بھلائیوں سے زیادہ برائیوں اور گناہوں کی نشر واشاعت کا ذریعہ ہے، اور یہی ہوا کہ ''اخبار'' کے ذریعے سے ہر قسم کے گناہ اور برائی کی نشر واشاعت کا سلسلہ روا رکھا گیا، خواہ وہ بے حیائی ہو، یا جھوٹ وبہتان اور غیبت والزام تراشی وغیرہ۔

لیکن اس کا زہر، ایسا میٹھا تھا کہ بہت سے لوگوں کو اس کا احساس بھی نہ ہوا۔

پھر ''سینمابینی'' کا سلسلہ شروع ہوا، اور یہ گناہوں اور فحاشی کو پروان چڑھانے میں اپنا کردار ادا کرتا رہا، یہ سلسلہ ''اخبار'' کے مقابلے میں ''متحرک تصاویر'' پر مشتمل اور فحاشی کی وجہ سے زیادہ دلچسپی کا باعث بنا۔

مگر یہ سلسلہ اتنا عام نہ تھا، خاص خاص لوگ ہی اس سے اپنا تعلق جوڑا کرتے تھے، گھر کی خواتین اور بچے، اکثر اس سے محفوظ تھے۔

پھر ٹیلی ویژن ایجاد ہوا، تو وہ چیزیں، لوگوں کو گھروں میں میسر آنے لگیں، جن کو دیکھنے اور سننے کے لیے نہ ''اخبار'' کی طرح پڑھے لکھے لوگوں کی ضرورت تھی، اور نہ ہی ''سینما'' کی طرح گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت تھی۔

اور اس کے ساتھ وی-سی-آر، جیسے آلات بھی ایجاد ہوگئے، جن میں گھر بیٹھے من پسند فحش پروگراموں کو دیکھنے کی سہولت میسر تھی، اور سینما جیسی غیر خود مختاری نہ تھی۔

اس کی وجہ سے بے حیائی وفحاشی، مزید پروان چڑھ گئی، اور بے راہ روی میں اضافہ ہوگیا۔

پھر آہستہ آہستہ ٹیلی ویژن کے مختلف چینل بنتے گئے ''ڈش'' اور'' کیبل'' کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا، اور اس کے نتیجے میں بیک وقت کئی کئی قسم، بلکہ کئی کئی ملکوں اور علاقوں کی خبروں اور فحش ترین

پروگراموں کے ساتھ،تعلق استوار کرنا،آسان تر ہوگیا۔

معاشرہ میں کافی حدتک توبگاڑ،اِن چیزوں سے ہی پیدا ہوگیا تھا،اور ہر طرف سے اس کے نتیجے میں لازم آنے والے بگاڑ وفساد کی صدائیں بلند تھیں،لیکن کسی کو کیا پتہ تھا کہ ایک دن وہ بھی آئے گا کہ پرانے کفن چور کو رونے کی ضرورت پیش آئے گی،اور شاید اس کو رونے والا بھی مشکل سے میسر آئے۔

اب یہی صورتِ حال ہے کہ''سوشل میڈیا'' نے رہی سہی ہر طرح کی کسر پوری کردی ہے،اور گزشتہ سب ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔

مادر پدرآزاد اس''سوشل میڈیا'' کی سنگینی اور زہر اس قدر مسموم ہے کہ اس نے دین دار اور صاحبِ علم مہذب اور سنجیدہ طبقہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے،اور اس طرح کے بہت سے گناہوں کو کھلی چھٹی فراہم کردی ہے کہ جن کا دوسرے طریقوں سے مرتکب ہونا،شاید ممکن نہ تھا۔

چنانچہ سوشل میڈیا کے ذریعے سے فحاشی،بے حیائی،جھوٹ،بہتان،الزام تراشی،غیبت،بدنظری، بدزبانی وبدکلامی،فحش گوئی وغیرہ،جیسے سنگین گناہ،اتنے عام ہوتے جارہے ہیں کہ صلحاء وعلماء کا طبقہ بھی بہت کم ہی اس سے بچ کر رہ گیا ہے،دوسروں کی کیا حالت ہوگی۔

ایسی حالت میں''چُوں کفراز کعبہ برخیزد،کُجا ماند مسلمانی'' والی بات ہی یاد آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔آمین۔

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط7، آیت نمبر20 تا22) مفتی محمد رضوان

مشرکین ومنکرینِ اہلِ کتاب کی تردیداوروبال

فَاِنْ حَاجُّوْکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَ اَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ.اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ.اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ (سورة آل عمران، رقم الآيات ٢٠ الیٰ ٢٢)

ترجمہ: پھر اگر حجت کریں، وہ (لوگ) آپ سے، تو آپ کہہ دیجیے کہ جھکا دیا میں نے، اپنے چہرہ کو، اللہ کے لیے، اور (اس نے بھی) جس نے میری اتباع کی، اور کہہ دیجیے آپ ان لوگوں سے کہ دی گئی، جن کو کتاب، اور اَن پڑھوں سے کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو، پس اگر اسلام لے آئیں وہ، تو یقیناً ہدایت پالیں گے وہ، اور اگر پیٹھ پھیرائیں وہ، تو بس آپ کے اوپر پہنچا دینا ہے، اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے بندوں کو۔ بے شک وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں، اللہ کی آیات کا، اور قتل کرتے ہیں، نبیوں کو ناحق، اور قتل کرتے ہیں، ان لوگوں کو، جو حکم دیتے ہیں، انصاف کا، لوگوں میں سے، تو بشارت دے دیجیے آپ ان کو دردناک عذاب کی۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ حبط ہو گئے ان کے اعمال، دنیا اور آخرت میں، اور نہیں ہیں، ان کے لیے کوئی نصرت کرنے والے

(سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں مشرکین اور منکرین اہلِ کتاب، خاص کر یہودیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

www.idaraghufran.org

چنانچہ ان کی کٹ حجتی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ توحیدورسالت کی حقانیت ثابت ہونے اور اس پر دلائل قائم ہونے کے باوجود بھی یہ لوگ اگر آپ کے ساتھ کٹ حجتی کرتے رہیں، تو آپ فرما دیجیے کہ میں نے اور میری اتباع کرنے والوں نے تو اپنا چہرہ، اللہ کے لیے جھکا دیا ہے، یعنی ہم اللہ پر پوری طرح اسلام لا چکے ہیں، چہرہ، اللہ کی طرف جھکانے کے جملہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہم شرک و بت پرستی ونفاق سے بچ کر پوری طرح سے توحید پر قائم ہیں۔

اور اہلِ کتاب منکرین اور اَن پڑھ لوگوں سے بھی فرما دیجیے کہ کیا تم اسلام نہیں لاتے، پھر فرمایا کہ اگر وہ اسلام لے آئیں، تو ہدایت پالیں گے، اور اگر اسلام نہیں لائیں گے، تو آپ کے ذمہ جو حق کا پیغام پہنچانا تھا، وہ پورا ہو گیا، آگے اللہ، بندوں کی حالت سے خوب باخبر ہے، وہ ان کے اعمال کے مطابق، جزاء وسزا دے گا۔

اور پھر فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں، اور امر بالمعروف کرنے والے علماء واولیاء کو قتل کرتے ہیں، تو ان کے لیے ''عذابِ الیم'' ہے، اور ان کے اعمال حبط وضائع ہو جائیں گے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

سورہ انعام میں بھی اپنا چہرہ اللہ کی طرف کرنے، اور اللہ کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے کا ذکر ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (سورة الأنعام، رقم الآیة ۷۹)

ترجمہ: میں نے متوجہ کرلیا اپنے چہرہ کو، اس ذات کے لیے، جس نے پیدا کیا، آسمانوں کو، اور زمین کو، یکسو ہو کر، اور نہیں ہوں میں، شرک کرنے والوں میں سے (سورہ انعام)

سورہ انعام کی اس آیت میں بھی شرک سے بریٔ ہونا، اور پوری طرح توحید کو اختیار کرنا مراد ہے۔

اور احادیث میں بھی ''اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ'' کا ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت بہز بن حکیم کی سند سے روایت ہے کہ:

أَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِینَ أَتَیْتُهُ ،فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ مَا أَتَیْتُكَ

حَتّٰی حَلَفْتُ أَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ أُولَاءِ أَنْ لَّا آتِيَكَ وَلَا آتِيَ دِينَكَ، وَجَمَعَ بَهْزٌ بَيْنَ كَفَّيْهِ، وَقَدْ جِئْتُ امْرَأً لَا أَعْقِلُ شَيْئًا إِلَّا مَا عَلَّمَنِيَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ، وَإِنِّي أَسْأَلُكَ بِوَجْهِ اللّٰهِ بِمَ بَعَثَكَ اللّٰهُ إِلَيْنَا؟ قَالَ: بِالْإِسْلَامِ، قُلْتُ: وَمَا آيَاتُ الْإِسْلَامِ؟ قَالَ: أَنْ تَقُولَ: أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَتَخَلَّيْتُ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، كُلُّ مُسْلِمٍ عَلٰى مُسْلِمٍ مُحَرَّمٌ، أَخَوَانِ نَصِيرَانِ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْ مُشْرِكٍ أَشْرَكَ بَعْدَمَا أَسْلَمَ عَمَلًا، وَتُفَارِقَ الْمُشْرِكِينَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ، مَا لِيَ أُمْسِكُ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ؟ أَلَا إِنَّ رَبِّي دَاعِيَّ وَإِنَّهُ سَائِلِي، هَلْ بَلَّغْتُ عِبَادَهُ؟ وَإِنِّي قَائِلٌ: رَبِّ إِنِّي قَدْ بَلَّغْتُهُمْ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ، ثُمَّ إِنَّكُمْ مَدْعُوُّونَ مُفَدَّمَةً أَفْوَاهُكُمْ بِالْفِدَامِ، ثُمَّ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُبِينُ عَنْ أَحَدِكُمْ لَفَخِذُهُ وَكَفُّهُ، قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ: هٰذَا دِينُنَا؟ قَالَ: هٰذَا دِينُكُمْ وَأَيْنَمَا تُحْسِنْ يَكْفِكَ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۰۰۴۳)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے عرض کیا کہ میں نے اتنی مرتبہ اپنے اِن ہاتھوں کی انگلیوں کے برابر قسم کھائی تھی کہ میں آپ کے پاس نہیں آ ؤں گا، اور آپ کے دین میں داخل نہیں ہوں گا، اب میں آپ کے پاس آ گیا ہوں، تو مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اسلام کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے عرض کیا کہ اسلام کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یوں کہوں کہ ''اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ'' یعنی میں نے اپنے چہرہ کو اللہ کے سامنے جھکا دیا اور اس کے لئے یکسو ہو گیا، اور نماز قائم کرو، اور زکاۃ ادا کرو، اور یاد رکھو! کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے قابلِ احترام ہے، یہی دونوں چیزیں مددگار ہیں، اور اللہ اس شخص کی توبہ قبول نہیں کرتا، جو اسلام قبول کرنے کے بعد، یا مشرکین کو چھوڑ کر مسلمانوں کے پاس آنے کے بعد دوبارہ شرک میں مبتلا ہو جائے، یہ کیا معاملہ ہے کہ میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر جہنم سے بچا رہا ہوں، یاد رکھو! میرا رب مجھے بتائے گا اور مجھ سے پوچھے گا کہ کیا آپ نے میرے

بندوں تک میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ اور میں عرض کروں گا کہ اے میرے رب! میں نے ان تک پیغام پہنچا دیا تھا، یاد رکھو! تم میں سے جو حاضر ہیں، وہ غائب تک یہ بات پہنچا دیں، قیامت کے دن جب تم لوگ پیش ہوگے، تو تمہارے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور سب سے پہلے جو چیز بولے گی وہ ران اور انسان کا ہاتھ ہوگا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ ہمارا دین ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارا دین ہے، اور تم جہاں بھی اچھا کام کروگے، وہ تمہاری کفایت کرے گا (مسند احمد)

مذکورہ حدیث میں، اسلام کی تعبیر کرتے ہوئے، سب سے پہلے اپنے چہرے کو اللہ کے لیے جھکانے کا ذکر ہے، اس کے بعد نماز اور زکاۃ وغیرہ دوسرے اعمال کا ذکر ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَیْتَ مَضْجَعَکَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوءَکَ لِلصَّلاَۃِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّکَ الْأَیْمَنِ، ثُمَّ قُلْ: اَللّٰھُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْھِیْ إِلَیْکَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِیْ إِلَیْکَ، وَأَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ إِلَیْکَ، رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً إِلَیْکَ، لاَ مَلْجَأَ وَلاَ مَنْجَا مِنْکَ إِلَّا إِلَیْکَ، اَللّٰھُمَّ آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ أَرْسَلْتَ، فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَیْلَتِکَ، فَأَنْتَ عَلَی الْفِطْرَۃِ، وَاجْعَلْھُنَّ آخِرَ مَا تَتَکَلَّمُ بِہٖ . قَالَ: فَرَدَّدْتُھَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا بَلَغْتُ: اَللّٰھُمَّ آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ أَنْزَلْتَ، قُلْتُ: وَرَسُوْلِکَ، قَالَ: لَا، وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ أَرْسَلْتَ (بخاری، رقم الحدیث ۲۴۷)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم اپنی نیندگاہ میں آؤ، تو نماز کی طرح وضو کرو، پھر اپنے داہنی جانب پر لیٹ جاو، اس کے بعد کہو کہ:

’’اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ منہ تیری طرف جھکا دیا اور (اپنا) ہر کام تیرے سپرد کر دیا، تجھ سے امیدوار اور خائف ہوتے ہوئے، اور میں نے تجھے اپنی پناہ گاہ بنالیا، اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تجھ سے (یعنی تیرے غضب سے) سوائے تیرے پاس کے

www.idaraghufran.org

کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے، اے اللہ میں اس کتاب پر ایمان لایا جو تُو نے نازل فرمائی، اور تیرے اس نبی پر (بھی) جسے تو نے (ہدایتِ خلق کے لئے) بھیجا''۔

پس اگر تو اسی رات میں مرا تو ایمان پر مرے گا، اور اس دعا کو اپنا آخری کلام بنا۔

حضرت براء کہتے ہیں کہ میں نے ان کلمات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرایا، تو جب میں''امنت بکتابک الذی انزلت''پر پہنچا تو میں نے کہا:''ورسولک'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ''وبنبیک الذی ارسلت'' کہو (بخاری)

مذکورہ حدیث میں بھی''أَسْلَمْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ''کے الفاظ ہیں۔

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف چہرہ کرنے سے مراد، کامل اور خالص توحید وایمان ہے، جس میں شرک اور نفاق کی آمیزش نہ ہو۔

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب، یعنی بنی اسرائیل نے نبیوں کو قتل کیا تھا، اور نبیوں کو قتل کرنا، کفر اور سخت ترین عذاب کا باعث ہے۔

سورہ بقرہ میں بھی بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو قتل کرنے کا ذکر ان الفاظ میں گزر چکا ہے کہ:

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ٩١)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ پھر تم اس سے پہلے اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کیا کرتے تھے، اگر تم (توراۃ پر) ایمان رکھنے والے تھے (سورہ بقرہ)

اور احادیث وروایات میں بھی بنی اسرائیل کے نبیوں کو قتل کرنے کا ذکر ہے، اور اس عمل کو سخت عذاب اور وبال کا باعث بتلایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَفَاءَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْبَرَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقَرَّهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كَانُوْا، وَجَعَلَهَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ، فَبَعَثَ

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ، فَخَرَصَهَا عَلَيْهِمْ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ، أَنْتُمْ أَبْغَضُ الْخَلْقِ إِلَيَّ، قَتَلْتُمْ أَنْبِيَاءَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكَذَبْتُمْ عَلَى اللّٰهِ، وَلَيْسَ يَحْمِلُنِي بُغْضِي إِيَّاكُمْ عَلٰى أَنْ أَحِيفَ عَلَيْكُمْ، قَدْ خَرَصْتُ عِشْرِينَ أَلْفَ وَسْقٍ مِنْ تَمْرٍ، فَإِنْ شِئْتُمْ فَلَكُمْ، وَإِنْ أَبَيْتُمْ فَلِيْ، فَقَالُوا: بِهٰذَا قَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ، قَدْ أَخَذْنَا، فَاخْرُجُوا عَنَّا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٤٩٥٣)

ترجمہ: اللہ عزّ وجلّ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کا علاقہ (جہاں یہودی آباد تھے) غنیمت کے طور پر عطاء فرمادیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو وہاں ہی رہنے دیا، اور اسے اپنے اور ان لوگوں کے درمیان تقسیم کردیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو اُن کے پاس بھیجا، انہوں نے وہاں پہنچ کر پھل کاٹا، اور اس کا اندازہ لگالیا، پھر ان سے فرمایا کہ اے یہود کے لوگو! تمام مخلوق میں میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ تم ہی لوگ ہو، تم نے اللہ عزّ وجلّ کے نبیوں کو قتل کیا، اور تم نے اللہ پر جھوٹ باندھا، لیکن یہ نفرت مجھے تم پر زیادہ نہیں کرنے دے گی، میں نے بیس ہزار وسق کھجوریں کاٹی ہیں، اگر تم چاہو، تو تم لے لو اور اگر چاہو تو میں لے لیتا ہوں، وہ کہنے لگے کہ اسی پر زمین آسمان قائم رہیں گے، کہ ہم نے انہیں لے لیا، اب آپ لوگ چلے جاؤ (مسند احمد)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہودیوں نے اللہ کے نبیوں کو قتل کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ قَتَلَهُ نَبِيٌّ، أَوْ قَتَلَ نَبِيًّا، وَإِمَامُ ضَلَالَةٍ، وَمُمَثِّلٌ مِنَ الْمُمَثِّلِينَ (مسند احمد، رقم الحديث ٣٨٦٨)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت

عذاب اس شخص کو ہوگا، جسے کسی نبی نے قتل کیا ہو، یا اس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو، اور وہ شخص جو گمراہی کا امام ہو، اور وہ شخص جو لاشوں کا مثلہ کرنے والا ہو (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کے نبی کو قتل کرے، یا جس شخص کو اللہ کا نبی قتل کرے، وہ دونوں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے، اللہ کے نبی کو قتل کرنے کے گناہ کی سنگینی تو واضح ہے، اور جس کو اللہ کا نبی قتل کرے، وہ اس کے کافر اور بری موت ہونے کی علامت ہے۔

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ: "وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ"، قَالَ: بُعِثَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِيْ اِثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مِّنَ الْحَوَارِيِّيْنَ، يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ، فَكَانَ يَنْهَاهُمْ عَنْ نِكَاحِ اِبْنَةِ الْأَخِ، وَكَانَ مَلِكٌ لَهٗ اِبْنَةُ أَخٍ تُعْجِبُهٗ، فَأَرَادَهَا وَجَعَلَ يَقْضِيْ لَهَا كُلَّ يَوْمٍ حَاجَةً، فَقَالَتْ لَهَا أُمُّهَا: إِذَا سَأَلَكِ عَنْ حَاجَتِكِ، فَقُوْلِيْ لَهٗ: أَنْ تُقْتَلَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا، فَقَالَ لَهَا الْمَلِكُ: حَاجَتُكِ؟ فَقَالَتْ: حَاجَتِيْ أَنْ تُقْتَلَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا فَقَالَ: سَلِيْ غَيْرَ هٰذَا فَقَالَتْ: لَا أَسْأَلُ غَيْرَ هٰذَا فَلَمَّا أَتٰى أَمَرَ بِهٖ، فَذُبِحَ فِيْ طَسْتٍ، فَبَدَرَتْ قَطْرَةٌ مِّنْ دَمِهٖ، فَلَمْ تَزَلْ تَغْلِيْ حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ بُخْتَنَصَّرَ فَدَلَّتْ عَجُوْزٌ عَلَيْهِ، فَأُلْقِيَ فِيْ نَفْسِهٖ أَنْ لَّا يَزَالَ الْقَتْلُ حَتّٰى يَسْكُنَ هٰذَا الدَّمُ، فَقَتَلَ فِيْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ مِنْ ضَرْبٍ وَّاحِدٍ وَبَيْتٍ وَّاحِدٍ سَبْعِينَ أَلْفًا

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۱۴۶)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ عز وجل کے (سورہ آلِ عمران میں مذکور اس) قول "وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ" کے بارے میں فرمایا کہ:

حضرت عیسیٰ ابنِ مریم کو حواریین میں سے بارہ لوگوں میں مبعوث کیا گیا، جو لوگوں کو تعلیم دیتے تھے، وہ لوگوں کو بھائی کی بیٹی (بھتیجی) سے نکاح کرنے سے منع کرتے تھے،

اور ایک بادشاہ کے بھائی کی بیٹی تھی، جو اُسے پسند تھی، اس نے اس لڑکی کے ساتھ اپنی خواہش پوری کرنی چاہی، اور وہ ہر دن اس لڑکی کی ضرورت پوری کرنے لگا، اس لڑکی کی والدہ نے، اس لڑکی سے کہا کہ بادشاہ جب تجھ سے تیری ضرورت کے بارے میں معلوم کرے، تو اس سے یحییٰ بن زکریا کے قتل کرنے کا کہنا، جب اس لڑکی سے بادشاہ نے ضرورت معلوم کی، تو اس نے کہا کہ میری ضرورت یہ ہے کہ تم یحییٰ بن زکریا کو قتل کردو، اس لڑکی سے بادشاہ نے کہ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا سوال کرلو، تو اس لڑکی نے کہا کہ مجھے اس کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت نہیں، تو اس بادشاہ نے حضرت یحییٰ بن زکریا کو قتل کرنے کا حکم کیا، آپ کو ایک طباق میں ذبح کیا گیا، آپ کے خون کے ایک قطرہ سے خون اُبل پڑا، اور جوش مارنے لگا، اور برابر اسی طرح ہوتا رہا، یہاں تک کہ اللہ نے بخت نصر نامی شخص کو بھیجا، جس کو ایک بوڑھی عورت نے اس بات کی خبر دی، تو اس نے یہ فیصلہ کیا کہ قتل برابر اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک کہ یہ خون جوش مارنا نہ چھوڑ دے، تو اس نے ایک دن میں ایک ہی دفعہ میں اور ایک ہی گھر میں ستر ہزار لوگوں کو قتل کیا (مستدرک حاکم)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک وقت میں تینتالیس (43) نبیوں کو قتل کیا۔ [1] لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہے۔ [2]

---

[1] عن أبي عبيدة بن الجراح، قال :قلت يا رسول الله :أي الشهداء أكرم على الله؟، قال : رجل قام إلى أمير جائر، فأمره بمعروف ونهاه عن منكر فقتله ، قيل :فأي الناس أشد عذابا؟، قال :رجل قتل نبيا أو قتل رجلا أمره بمعروف أو نهاه عن منكر ، ثم قرأ :(ويقتلون النبيين بغير حق، ويقتلون الذين يأمرون بالقسط من الناس فبشرهم بعذاب أليم) ، ثم قال :يا أبا عبيدة قتلت بنو إسرائيل ثلاثة وأربعين نبيا في ساعة واحدة، فقام مائة رجل واثنا عشر رجلا من عباد بني إسرائيل، فأمروا بالمعروف، ونهوا عن المنكر فقتلوا جميعا وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بهذا اللفظ إلا من هذا الوجه، عن أبي عبيدة، ولا نعلم له طريقا، عن أبي عبيدة غير هذا الطريق، ولم أسمع أحدا سمى أبا الحسن الذي روى عنه محمد بن حمير(مسند البزار، رقم الحديث ١٢٨٥)

[2] قال الهيثمي: رواه البزار، وفيه ممن لم أعرفه اثنان(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٢١٦٦ ، باب الكلام بالحق عند الحكام)

www.idaraghufran.org

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیت میں اللہ کے نبی کو قتل کرنے کے بعد انصاف کا حکم کرنے، یعنی نیک لوگوں اور علماء کو قتل کرنے کا بھی ذکر ہے، یہ سخت گناہ ہے، علمائے حق، انبیائے کرام کے وارث ہوتے ہیں، اس لیے ان کو قتل کرنے کا وبال بھی سخت ہے، اور احادیث میں اولیاء اللہ سے بغض وعداوت رکھنے کا بھی سخت گناہ اور وبال ہونا آیا ہے۔

چنانچہ حضرت قیس بن کثیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّهُ لَيَسْتَغْفِرُ لِلْعَالِمِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، حَتَّى الْحِيْتَانُ فِي الْمَاءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، إِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، وَإِنَّمَا وَرِثُوْا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهٖ، أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ

(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۱۷۱۵)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی راستہ کو طے کرتا ہے، جس میں وہ علم طلب کرتا ہے، تو اللہ آسان کر دیتا ہے، اس کے لیے جنت کی طرف کا راستہ، اور فرشتے طالبِ علم کی خوشنودی کے لیے اپنے پروں کو بچھا لیتے ہیں، اور عالم کے لیے آسمان اور زمین کی مخلوق استغفار کرتی ہے، یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی، اور عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے، جیسا کہ چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت ہے، بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں، جو (دوسروں کو) دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے، وہ تو بس علم کے وارث ہوتے ہیں، پس جس نے علم کو حاصل کیا، اس نے (خیر کا) بہت بڑا حصہ حاصل کیا (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا

فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ(بخاری، رقم الحدیث ۶۵۰۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی کی، میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں (بخاری)

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انکار وکفر، اورانبیاء کے قتل سے اعمال، حبط اورضائع ہوجاتے ہیں، کیونکہ کفر، دراصل اعمال کوضائع کرنے کا سبب ہے۔

دوسری آیاتِ قرآنی میں بھی اس کا ذکر ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (سورة البقرة،رقم الآیة ۲۱۷)

ترجمہ: اور جو پھر گیا تم میں سے اپنے دین سے، پھر وہ مرگیا اس حال میں کہ وہ کافر تھا، تو یہی لوگ ہیں کہ حبط ہوگئے ان کے اعمال، دنیا اور آخرت میں، اور یہی لوگ جہنم والے ہیں، یہ اس (جہنم) میں ہمیشہ رہیں گے (سورہ بقرہ)

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ(سورة المائدة،رقم الآیة۵۳)

ترجمہ: اور کہیں گے، وہ لوگ جو ایمان لائے کہ کیا یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے قسمیں کھائیں، اللہ کی، خوب پختہ قسمیں کہ بیشک وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں، ضائع ہوگئے، ان کے اعمال، پس وہ ہوگئے، خسارہ پانے والے (سورہ مائدہ)

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة الاعراف،رقم الآیة۱۴۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے تکذیب کی ہماری آیات کی اور آخرت کی ملاقات کی، ضائع ہو گئے ان کے اعمال، نہیں بدلہ دیا جائے گا ان کو، مگر انہی چیزوں کا جو وہ عمل کرتے تھے (سورہ اعراف)

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ (سورة التوبة،رقم الآية١٧)

ترجمہ: نہیں تھا حق مشرکوں کو کہ وہ آباد کریں اللہ کی مسجدوں کو (جب کہ وہ) گواہی دینے والے ہوں، اپنے نفسوں پر کفر کی، یہی لوگ ہیں کہ ضائع ہو گئے ان کے اعمال اور آگ میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں (سورہ توبہ)

سورہ توبہ ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

(سورة التوبة،رقم الآية٦٩)

ترجمہ: یہی لوگ ہیں کہ ضائع ہو گئے ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں اور وہ لوگ ہی خسارہ اٹھانے والے ہیں (سورہ توبہ)

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورة الزمر،رقم الآية٦٥)

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً وحی کی گئی ہے آپ کی طرف اور (ان) کی طرف جو آپ سے پہلے ہوئے کہ یقیناً اگر تو نے شرک کیا، تو بلاشبہ ضرور ضائع ہو جائے گا، تیرا عمل اور بلاشبہ تو ضرور ہو جائے گا، خسارہ اٹھانے والوں میں سے (سورہ زمر)

سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ (سورة الحجرات ، رقم الآية ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے ، اور نہ جہر کرو ان کے لیے بات کرتے ہوئے، جیسے تم میں سے بعض کا بعض کے لیے جہر کرنا، کہیں ضائع ہو جائیں، تمہارے اعمال، اور تم کو شعور بھی نہ ہو(سورہ حجرات)

اگر کوئی مسلمان نعوذ باللہ تعالیٰ اسلام سے پھر جائے، اور مرتے وقت تک اسی حالت پر قائم رہے، تو اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

اور اگر مرنے سے پہلے اسلام لے آئے، تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اگر اس نے کفر سے پہلے حج کر رکھا ہو، تو وہ ضائع ہو جاتا ہے، اور اس پر دوبارہ حج کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

البتہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں دوبارہ حج کرنا فرض نہیں ہوتا۔ [1]

واللہ تعالیٰ أعلم.

---

[1] آثار التكفير:

يترتب على التكفير آثار على كل من المكفر والمكفر فآثاره على المكفر إذا ثبت عليه الكفر هي:

أ -حبوط العمل:

إذا ارتد المسلم واستمر كافرا حتى موته كانت ردته محبطة للعمل لقوله تعالى :(ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئك حبطت أعمالهم.

فإن عاد إلى الإسلام فمذهب الحنفية والمالكية أنه يجب عليه إعادة الحج وما بقي سببه من العبادات لأنه بالردة صار كالكافر الأصلي فإذا أسلم وهو غني فعليه الحج .ولأن وقته متسع إلى آخر العمر فيجب عليه بخطاب مبتدأ كما يجب عليه الصلاة والصيام والزكاة للأوقات المستقبلة، ولأن سببه البيت المكرم وهو باق بخلاف غيره من العبادات التي أداها، لخروج سببها.

وما بقي سببه من العبادات كمن صلى الظهر مثلا ثم ارتد ثم تاب في الوقت يعيد الظهر لبقاء السبب وهو الوقت.

وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه لا يجب عليه أن يعيد عباداته التي فعلها في إسلامه من صلاة وحج وغيرها، وذلك لأنه فعلها على وجهها وبرئت ذمته منها فلا تعود إلى ذمته، كدين الآدمي .والمنصوص عن الشافعي رحمه الله تعالى حبوط ثواب الأعمال لا نفس الأعمال(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳، ص ۲۳۴،مادة"تكفير")

جلد 1
علمی و تحقیقی رسائل

(1)...معینُ المفتی
(2)...رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَۃِ التَّمْلِیْکِ
(3)...غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)...اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَۃُ فِیْ حُرْمَۃِ الْمُصَاھَرَۃِ
(5)...تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ
(6)...مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 2
علمی و تحقیقی رسائل

(1)...صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق
(2)...کشفُ الغطاء عن وقت الفجر والعشاء
(3)...اشکالیات فلکیۃ وفقھیۃ حول تحدید مواقیت الصلاۃ.
(4)...کیفیۃُ التحقق من صحۃ مواقیت الصلاۃ فی التقاویم.

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 3
علمی و تحقیقی رسائل

(1)...النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر
(2)...بِدَایَۃُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَۃِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ
(3)...منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر
(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر وقصر کا حکم
(5)...محرَم کے بغیر سفر کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 4
علمی و تحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 5
علمی و تحقیقی رسائل

(1)...پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)...خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 6
علمی و تحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 7
علمی و تحقیقی رسائل

متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق
13 علمی، فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 8
علمی و تحقیقی رسائل

(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)...تفرّد کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 9
علمی و تحقیقی رسائل

(1)...تمباکو نوشی کے احکام
(2)...ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق
(3)...حمد ونعت اور اس کی شرائط
(4)...نام رکھنے کے عربی قواعد
(5)...انگور، کھجور ودیگر اشیاء کے نبیذ اور جوس وغیرہ کی تحقیق
(6)...بالوں میں وصل کی تحقیق
(7)...دَف کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 10
علمی و تحقیقی رسائل

(1)...پانی وڈھیلے سے استنجاء کی تحقیق
(2)...نیند سے وضو ٹوٹنے کی تحقیق
(3)...حرمت ونجاست سے متعلق اصول
(4)...تحقیق مسحِ رقبۃ
(5)...نماز کے وقت سوتے رہ جانا اور طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا
(6)...نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ
(7)...خواتین کی امامت وجماعت کا شرعی حکم
(8)...بوقتِ خطبہ آنے والے کو تحیۃ المسجد کا شرعی حکم
(9)...صلاۃُ التسبیح سے متعلق احادیث وروایات کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

اصلاح شدہ ایڈیشن

پیارے بچّو

چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے اسلامی باتیں
دلچسپ کہانیاں، مفید قصّے، سچّے واقعات
بچپن کی زندگی گزارنے کے آداب اور کھیلنے کودنے کے اچھے طریقوں پر مشتمل
مختلف ومتفرق دلچسپ مضامین کا مجموعہ

مصنّف
مفتی محمد رضوان

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ ربیعُ الاوّل
کے
فضائل واحکام
(وحقوقُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی سال کے تیسرے مہینے ”ربیع الاول“
سے متعلق فضائل ومسائل، احکامات وہدایات، منکرات ورسومات
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی تفصیل وتشریح

مؤلف
مفتی محمد رضوان خان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث　　　　　　　　　　　　　　　　　　　مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

مومن وصالح کے لیے موت، دنیا کی زندگی سے بہتر

کئی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی حالت میں فوت ہوجانا، اور بطورِ خاص مومن صالح کا فوت ہوجانا، زندہ رہنے کے مقابلے میں، اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا اور زندگی کے فتنہ اور ناکارہ عمر سے اللہ کی پناہ طلب کی ہے، کیونکہ ایسی زندگی سے، ایمان کی حالت میں فوت ہوجانا، بہتر ہے۔

اس طرح کی چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَعَوَّذُ مِنْھُنَّ دُبُرَ الصَّلَاۃِ: اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ. وَأَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰی أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا، وَعَذَابِ الْقَبْرِ

(بخاری، رقم الحدیث ۲۸۲۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نماز کے بعد اِن چیزوں سے پناہ طلب کرتے تھے کہ ”اے اللہ میں آپ کی پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، بزدلی سے، اور میں آپ کی پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، بخل سے اور میں آپ کی پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں کہ میں ناکارہ عمر تک پہنچوں، اور میں آپ کی پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے“ (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْھَرَمِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ،

www.idaraghufran.org

وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۸۲۳)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ ’’اے اللہ میں آپ کی پناہ (و حفاظت) چاہتا ہوں، عاجز ہونے اور سستی سے، اور بزدلی سے، اور شدید بڑھاپے سے، اور میں آپ کی پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنے سے، اور میں آپ کی پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، قبر کے عذاب سے‘‘ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَدْعُوْ فِی الصَّلَاۃِ: اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا، وَفِتْنَۃِ الْمَمَاتِ(بخاری، رقم الحدیث ۸۳۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعاء کیا کرتے تھے کہ ’’اے اللہ میں آپ کی پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، قبر کے عذاب سے، اور میں آپ کی پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، مسیح دجال کے فتنے سے، اور میں آپ کی پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، زندگی کے فتنے سے، اور موت کے فتنے سے‘‘ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْ وَیَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۳۷۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ ’’اے اللہ میں آپ کی پناہ (و حفاظت) چاہتا ہوں، قبر کے عذاب سے، اور آگ کے عذاب سے، اور زندگی اور موت کے فتنے سے، اور مسیح دجال کے فتنے سے‘‘ (بخاری)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے مختلف فتنوں سے پناہ، طلب فرمائی ہے، جن میں زندگی کا فتنہ بھی ہے، اور ایسے فتنے سے موت کا آنا، بہتر ہے۔

حضرت ابوقتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِجِنَازَةٍ، فَقَالَ: مُسْتَرِيْحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا الْمُسْتَرِيْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ؟ قَالَ: اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَأَذَاهَا إِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ، وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيْحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ، وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٦٥١٢)

ترجمہ: سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ''مُسْتَرِيْحٌ '' یا ''مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ '' ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ''مُسْتَرِيْحٌ '' اور ''مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ '' کا کیا مطلب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بندہ، دنیا کی مشقتوں اور مصیبتوں سے اللہ کی رحمت میں آرام پانا چاہتا ہے، اور فاسق بندے سے اللہ کے بندے اور شہر، اور درخت اور چوپائے (غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق) آرام پانا چاہتے ہیں (بخاری)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن اور بطورِ خاص نیک مومن کے لیے ''موت'' درحقیقت عظیم نعمتِ الٰہی ہے، اور اگر فوت ہونے والا، کافر و سرکش ہو، تو اس کی موت، زندوں کے لیے راحت کا ذریعہ ہے۔

حضرت خیثمہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَالَّذِىْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ نَفْسٌ إِلَّا الْمَوْتُ خَيْرٌ لَّهَا إِنْ كَانَ مُؤْمِنًا، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: "لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ"، وَإِنْ كَانَ فَاجِرًا فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ "إِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا إِثْمًا" (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٣١٦٨) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه .
وقال الذهبی فی التلخيص: على شرط البخاری ومسلم.

www.idaraghufran.org

کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ زمین پر کوئی زندہ شخص ایسا نہیں کہ موت اس کے لیے بہتر نہ ہو، اگر وہ مومن ہو، تو (سورہ آلِ عمران میں) اللہ کا ارشاد ہے کہ ''البتہ وہ لوگ، جو اپنے رب سے ڈریں، ان کے لیے جنتیں ہیں کہ جاری ہیں، ان کے نیچے سے نہریں'' اور اگر گناہ گار ہے، تو (سورہ آلِ عمران میں) اللہ کا ارشاد ہے کہ ''بس ڈھیل دیتے ہیں ہم ان کو، تاکہ وہ زیادہ ہوجائیں، گناہ کے اعتبار سے'' (حاکم)

اور حضرت اسود سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهٗ، مَا مِنْ نَفْسٍ حَيَّةٍ إِلَّا الْمَوْتُ خَيْرٌ لَّهَا إِنْ كَانَ بَرًّا، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ ''وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ'' وَإِنْ كَانَ فَاجِرًا إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: ''وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا إِثْمًا'' (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٨٧٥٩) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ کوئی بھی جاندار ایسا نہیں کہ موت اس کے لیے بہتر نہ ہو، اگر وہ نیک صالح ہو، تو اللہ عزوجل کا (سورہ آلِ عمران میں) ارشاد ہے کہ ''وہ چیز جو اللہ کے پاس ہے، بہتر ہے، نیک لوگوں کے لیے'' اور اگر وہ گناہ گار ہو، تو اللہ عزوجل کا (سورہ آلِ عمران میں) ارشاد ہے کہ ''اور ہرگز گمان نہ کریں، وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ جو ڈھیل دیتے ہیں ہم اُن کو، وہ بہتر ہے، ان کے لیے، بس ڈھیل دیتے ہیں ہم ان کو، تاکہ زیادہ ہوجائیں وہ، گناہ کے اعتبار سے'' (طبرانی)

اس طرح کی روایت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی بإسنادين، ورجال أحدهما رجال الصحيح غير يزيد بن أبی زياد، وهو حسن الحديث(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٢١١)

[2] حدثنا سعيد، قال :نا فرج بن فضالة ، عن لقمان بن عامر، عن أبی الدرداء قال :ما من مؤمن إلا الموت خير له، وما من كافر إلا الموت خير له، فمن لم يصدقنی، فإن الله عز وجل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مطلب یہ ہے کہ مومن صالح کے لیے تو موت کا بہتر اور خیر ہونا، اس لیے ہے کہ اس کو آخرت میں، جو نعمتیں وراحتیں حاصل ہوتی ہیں، وہ دنیا سے بہتر واعلیٰ ہوتی ہیں۔

اور کافر وفاسق کے لیے، کفر وفسق کی طویل زندگی سے موت کا آنا، اس لیے بہتر ہے کہ وہ لمبی زندگی پا کر زیادہ کفر وفسق میں مبتلا ہوتا ہے، اور اس کے نتیجے میں زیادہ شدید عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے، اس لیے وہ جلدی فوت ہو کر عذاب کی شدت سے بچ جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقول :(وما عند الله خير للأبرار) ، (ولا يحسبن الذين كفروا أنما نملی لهم خير لأنفسهم إنما نملی لهم ليزدادوا إثما ولهم عذاب مهين)(التفسير من سنن سعيد بن منصور، رقم الحديث ۵۴۷)

[1] (ولا يحسبن) بالياء والتاء (الذين كفروا أنما نملی) أی إملاء نا (لهم) بتطويل الأعمار وتأخيرهم (خير لأنفسهم) وأن ومعمولاها سدت مسد المفعولين فی قراء ة التحتانية ومسد الثانی فی الأخری (إنما نملی) نمهل (لهم ليزدادوا إثما) بكثرة المعاصی (ولهم عذاب مهين) ذو إهانة فی الآخرة (تفسير الجلالين، تحت رقم الآية ۱۷۸ من سورة آلِ عمران)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی حیثیت

(28محرم1441ہجری)

آج کل المیہ یہ ہے کہ اَن پڑھ اور جاہل عوام کے سامنے، بعض علماء ایسے ایسے مسائل چھیڑنے لگے ہیں، جن کی نہ عوام کو ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی ان سے عوام کا کوئی فائدہ وابستہ ہوتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو کم فہمی کی وجہ سے نقصان ہوتا ہے، پھر دوسرا المیہ یہ ہے کہ قوتِ برداشت اور تحمل وبردباری میں کمی کی وجہ سے، اپنے مقابلہ میں دوسرے کی بات کو سننا اور قبول کرنا بھی گوارا نہیں۔

افسوس کہ دیندار طبقہ اور خاص طور پر بہت سے علمائے کرام اور مقررینِ عظام، بھی اس قسم کے مسائل، ایک دوسرے کے خلاف خوب چاٹ مصالحہ اور نمک مرچ لگا کر چھیڑتے ہیں، اور ماحول کو خوب گرم کرتے ہیں، اور بالفاظِ دیگر اپنی دوکان خوب چمکاتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف صفوں میں لا کر کھڑا کر دیتے ہیں، اس وقت نفس وشیطان نے یہ کھیل خوب ڈھول بجا کر کھیلا ہوا ہے۔

اور اس کی زَد میں علماء وصلحاء کا بڑا طبقہ آیا ہوا ہے۔

اس قسم کے مسائل میں سے ایک مسئلہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یزید کے خلاف خروج کا ہے، جس پر طرح طرح کے تبصرے اور تجزیے کیے جاتے ہیں اور مسلمانوں کے جذبات کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا کر طعن وتشنیع اور نہ جانے، کتنے گناہ برپا کیے جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، جو بہت معتدل اور مفید ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

www.idaraghufran.org

’’حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافتِ راشدہ کا دعویٰ نہ تھا، اوراس غرض سے نہیں نکلے تھے کہ خلافت کا دعویٰ کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس برس گزر جانے سے خلافت کا زمانہ گزر گیا تھا، بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ ظالم کے ہاتھ سے رعایا کی رہائی ہوجائے، اور مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے۔

مشکاۃ شریف میں جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہِ وقت کی بغاوت اوراس کے ساتھ مقابلہ کرنے سے منع فرمایا، اگر چہ وہ بادشاہ ظالم ہو۔ [1]

تو یہ حکم اس وقت میں ہے کہ بادشاہِ ظالم کا کامل تسلط ہوگیا ہو، اوراس کے تسلط میں کسی کو نزاع نہ ہو، کوئی اس کا مزاحم (ومزاحم) نہ ہو۔

ابھی مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ اور کوفہ کے لوگ یزید پلید کے تسلط پر راضی نہ تھے، اور حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن عباس، اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ نے یزید کی بیعت قبول نہیں کی تھی۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس غرض سے نکلے تھے کہ یزید کا تسلط دفع کریں، یعنی اس کا تسلط نہ ہونے پائے، یہ غرض نہ تھی کہ اس کا تسلط رفع کریں، یعنی یہ امر نہ تھا کہ یزید کا تسلط ہوگیا تھا، اور آپ کا مقصود یہ تھا کہ اس کا تسلط اٹھادیں۔

مسائلِ فقہیہ میں ’’دفع و رفع ‘‘میں فرق ظاہر مشہور ہے‘‘ (فتاویٰ عزیزی، ص۲۵۲، بابُ الخلافت، ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، سنِ طباعت: 1412ہجری)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ’’دفع‘‘ اور ’’رفع‘‘ کے درمیان جوفرق بیان فرمایا، وہ انتہائی مفید ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں بہت سے حضرات کوکئی قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہوجاتی

[1] وعن عبادة بن الصامت قال: بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة في العسر واليسر والمنشط والمكره وعلى أثرة علينا وعلى أن لا ننازع الأمر أهله وعلى أن نقول بالحق أينما كنا لا نخاف في الله لومة لائم .وفي رواية: وعلى أن لا ننازع الأمر أهله إلا أن تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان .متفق عليه(مشكاة المصابيح، كتاب الامارة والقضاء، الفصل الاول)

www.idaraghufran.org

ہیں، یہاں تک کہ بعض لوگ نعوذ باللہ تعالیٰ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بغاوت کا الزام بھی عائد کردیتے ہیں، اوراس کے برعکس بعض لوگ اس واقعہ سے، مسلم، فاسق حکمرانوں کے خلاف مسلح جدوجہد کی دلیل پکڑتے ہیں۔

اوراس سلسلہ میں مذکورہ بالا معتدل موقف کونظرانداز کردیتے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب کے متعلق حضرت مدنی کا رجوع

(05صفر1441ھ)

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے پہلے عرب کی ایک مشہور شخصیت ''محمد بن عبدالوہاب نجدی'' کے خلاف سخت موقف اختیار کیا تھا، جوان کی بعض کتابوں میں شائع ہوا ہے، اوراس سے بہت سے حضرات واقف ہیں، لیکن حضرت موصوف نے تحقیق ہونے کے بعد اپنے اس موقف سے رجوع فرمالیا تھااوراس کا اظہار واعلان بھی فرمادیا تھا، مگر یہ رجوع بہت سے لوگوں کی نظروں سے مخفی رہا، ہم بھی پہلے اس سے لاعلم تھے، بعد میں اس کا علم ہوا، اب اس کوذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب ''فتاویٰ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی'' میں لکھتے ہیں کہ:

> اولاً حضرت مدنی کی (محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق) وہی تحقیق تھی، جو مذکورہ تحریر میں ارشادفرمائی گئی، لیکن بعد میں جب اہلِ نجد کے صحیح عقائد، ان کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے آپ کے سامنے آئے، تو آپ نے اپنی سابقہ رائے سے رجوع فرمالیا، اوراس بارے میں ایک مفصل وضاحتی تحریر اخبار ''خلافت، بمبئی'' میں شائع کرائی، اس کے آخری الفاظ، بحوالہ ہفتہ روزہ ''سچ لکھنؤ'' درجِ ذیل ہیں:
>
> ''بہت سی باتیں، جو اہلِ نجد کی جانب منسوب کی جاتی ہیں، بالکل بے اصل ہیں، اور بعض باتیں کچھ اصل بھی رکھتی ہیں، مگر نہ ایسی کہ جن کی وجہ سے ان کو فرقۂ ناجیہ سے نکالنا جائز ہوسکے، یا جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کا مخالف قرار دے کر ان پر تبرّا کیا جائے، اور عامۂ اہلِ اسلام کو ان سے بہکایا جائے۔

www.idaraghufran.org

لہٰذا مجھ کو اس امر کے اعلان کرنے میں ذرہ پس و پیش نہیں ہوسکتا کہ میری وہ تحقیق جس کو میں (برخلاف اہلِ نجد) رسالہ ''رجوم المذنبین'' اور ''الشہاب الثاقب'' میں لکھ چکا ہوں، اس کی بنیاد، کسی اُن کی تالیف وتصنیف پر نہ تھی، بلکہ محض افواہوں، یا ان کے مخالفین کے اقوال پر تھی، اب ان کی معتبر تالیفات بتارہی ہیں کہ ان کا خلاف جمہور اہلِ سنت وجماعت سے اس قدر ہرگز نہیں، جیسا کہ ان کی نسبت مشہور کیا گیا ہے، بلکہ صرف چند جزوی امور میں صرف اس درجہ تک ہے، جس کی وجہ سے ان کی تکفیر، تفسیق، یا تضلیل نہیں کی جاسکتی (ہفتہ وار ''سچ لکھنؤ'' 22 مئی 1925ء، شمارہ 20، صفحہ 2) (فتاویٰ شیخ الاسلام، صفحہ ۹۴، جمعیۃ پبلیکیشنز، لاہور، اشاعتِ دوم: جولائی 2015ء)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل ہم نے اپنے دوسرے مضمون ''محمد بن عبدالوھاب نجدی کے عقائد وافکار'' میں ذکر کردی ہے، جو تحقیق وتفصیل کے متلاشی ومتمنی لوگوں کے لیے مفید ہے۔

سنتوں میں طبی مصالح بھی ہیں

(15صفر1441ھ)

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کا اصل مقصد تو رضائے الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اپنی رضا کے مطابق اور بابرکت اور باعثِ ثواب بنادیا ہے۔

اسی کے ساتھ سنتوں پر عمل کرنے میں اور بہت سے فوائد ومصالح بھی ہیں، جو سنتوں پر بغرضِ ثواب عمل کرنے سے خود بخود حاصل ہوجاتے ہیں، ان سے فوائد حاصل کرنے کی نیت کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

مثلاً ایک پانی پینے کی سنت ہی کو لے لیجیے، جس کو تین سانس میں اور آہستہ آہستہ پینا سنت ہے، اس کا ایک طبی فائدہ یہ ہے کہ بسا اوقات، انسان کے معدہ کا موسم اور درجۂ حرارت باہر کے موسم اور پانی کے درجۂ حرارت سے مختلف ہوتا ہے، جب تیزی سے معدہ کے مخالف کوئی چیز جاکر اس سے ٹکراتی ہے، تو اس کو نقصان ہوتا ہے، اس کو معدہ اور جسم بہتر طریقہ پر قبول نہیں کرتا، جب تین سانس میں آہستہ آہستہ پانی پیا جاتا ہے، تو معدہ آہستہ آہستہ اس کے درجۂ حرارت کو اپنے موافق کرکے قبول کرتا

جاتا ہے، اوراس طرح پیا ہوا پانی، معدہ میں جا کر اچھی طرح جزوِ بدن بنتا ہے۔

کھانے کو آہستہ آہستہ خوب چبا کر اور چھوٹے چھوٹے لقمے بنا کر کھانے سے بھی یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اسی طرح مثلاً وضو کا عمل، نماز وغیرہ کے لیے شرط ہے، اور وضو میں کئی چیزیں سنت ہیں، جن پر عمل کرنے سے اجروثواب حاصل ہوتا ہے، جن میں مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا وغیرہ بھی داخل ہے، لیکن اسی کے ساتھ وضو اور اس کی سنتوں پر عمل کرنے کی برکت سے صفائی و نظافت بھی حاصل ہوتی ہے، اور مختلف قسم کے مضرِ صحت جراثیموں اور وائرسز سے بھی حفاظت ہوتی ہے، اسی طرح باقی سنتوں کو بھی سمجھ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سنتوں کی قدردانی کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ہر چیز میں دخل اندازی کی عادت

(28 صفر 1441ھ)

بعض لوگوں کو بلاوجہ اور خوامخواہ دوسروں کے معاملات اور ہر چیز میں دخل اندازی کی عادت ہوتی ہے، کوئی دوسرا اپنے کام کے متعلق مشورہ بھی طلب نہ کرے، تب بھی وہ دوسروں کو بلاوجہ مشورہ دیتے اور دفعِ دخلِ مقدر کرتے پھرتے ہیں، یہ طریقہ مناسب نہیں، البتہ کسی کی خیرخواہی کی جو بات نظر آئے، اسے اچھے طریقہ پر بتلا دینے اور دوسرے کو آگاہ کر دینے، یا مشورہ دے دینے میں حرج نہیں، جبکہ دوسرے کی طرف سے بلاوجہ کا ردِّ عمل سامنے آنے کا خدشہ نہ ہو، پھر مشورہ کے بعد دوسرے کی مرضی ہے کہ اس پر عمل کرے، یا نہ کرے۔

دوسرے کو مشورہ دینے اور مفید بات بتلا دینے کے بعد اس کے عمل درآمد کے درپے رہنا اور دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی کرنا بھی درست نہیں، اس کی وجہ سے دوسرے کو نفرت پیدا ہوجاتی ہے، ایسے شخص سے لوگ دور بھاگتے ہیں، البتہ اگر کسی کام کی نگرانی و ذمہ داری اپنے سے وابستہ ہو، تو اپنے ماتحت لوگوں کی نگرانی اور باز پرس کرنا الگ معاملہ ہے۔

آج کل بہت سے لوگوں کو مشورہ کی حقیقت اور اس کے درجہ سے آگاہی نہیں، جس کی وجہ سے وہ ایک تو خود سے دوسروں کو مشورے دیتے پھرتے ہیں، اور اگر دوسرا مشورہ حاصل بھی کرے، یا اسے اپنی مجلسِ شوریٰ کا ممبر ورکن وغیرہ نامزد و مقرر کر دے، تو وہ مشورہ دینے کے بعد اس بات کے منتظر

رہتے ہیں کہ ان کے مشورہ پرعمل ہوا، یا نہیں ہوا، اور ہوا تو کس درجہ کا عمل ہوا؟

اور اگر ان کے مشورے پر عمل نہیں ہوتا، تو وہ دوسرے سے ناراض وخفا ہوتے ہیں، اور آئندہ کے لیے مشورہ طلب کرتے وقت، دوسرے کو مشورہ دینے سے اس لیے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں کہ جب ان کے مشورے پر عمل نہیں کیا جاتا، تو پھر مشورہ دینے کا کیا فائدہ؟

جبکہ بعض لوگ تو اپنے مشورہ پر عمل نہ ہونے کی صورت میں اپنے امیر اور مجلسِ شوریٰ وغیرہ سے علیٰحدگی اختیار کر کے دوسری جماعت، یا الگ سے ادارہ وغیرہ قائم کر کے، خود اس کے امیرِ مجلس بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔

اور پھر اس کے ماتحت لوگوں میں بھی کچھ لوگ اسی طرح کرتے ہیں، اور شاخ در شاخ سلسلہ تفریق در تفریق کا آگے چلتا ہے۔

اس قسم کی چیزیں اور خرابیاں اس لیے لازم آتی ہیں کہ مشورہ کی حقیقت کو نہیں سمجھا جاتا، یا پھر تکبر کی بنیاد پر اپنی بات پر عمل درآمد نہ ہونے کی صورت میں ناراضگی اور خفگی پیش آتی ہے۔

اس طرح کے طرزِ عمل سے بچنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

اسراف کے بجائے ضروریات کا لحاظ کرنے کی ضرورت

(08ربیع الاول 1441ھ)

بعض لوگوں کو خرچ کرنے کا سلیقہ نہیں ہوتا، وہ کئی ایسی چیزوں میں تو خرچ کرنے کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں کہ جو ضرورت کے درجہ میں نہیں ہوتیں، بلکہ اسراف وغلو کی حدود میں داخل ہوجاتی ہیں، اور اس کے بجائے ایسی چیزوں میں خرچ کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ جو ضروریات میں داخل ہوتی ہیں، اس قسم کی خرابی میں بعض دیندار لوگ بھی مبتلا ہیں۔

بندہ نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے ہیں، جو فضولیات میں غیر معمولی اخراجات کرنے کے بعد ضروریات کے پورا کرنے میں پریشان رہتے ہیں۔

ایک مرتبہ بندہ کو ایک صاحبِ علم نے نہایت اخلاص کے ساتھ لمبے سفر پر اپنے یہاں باصرار دعوت

دی، اور یہ بھی کہا کہ سفری اخراجات وہ ادا کریں گے، بندہ لمبے سفر کا عادی نہیں ہے، اور اس میں بندہ کو تکلیف و مشقت پیش آتی ہے، اس لیے بندہ سفر سے اور بالخصوص لمبے سفر سے حتی الامکان اجتناب کرتا ہے، ویسے بھی شریعت کی طرف سے بلاضرورت سفر کو پسند نہیں کیا گیا، اور ضرورت کے وقت سفر کرنے کی صورت میں بھی ضرورت پوری ہونے پر جلد واپس اپنی منزل پر لوٹ آنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

بہرحال بندہ ان مخلص صاحبِ علم کی پُر اصرار، عقیدت مندانہ اور محبت پر مبنی دعوت پر ان کے یہاں با مشقت لمبے سفر پر گیا، جہاں ان داعی کے اصرار پر چند دن قیام بھی کیا۔

قیام کے دوران ان میزبان صاحب نے اخلاص کے ساتھ ضیافت کا پُر تکلف اہتمام کیا، اور منع کرنے کے باوجود اتنا زیادہ اہتمام کیا، جس کی ضرورت نہ تھی، مہنگی مہنگی چیزیں کھانے کے لیے تیار کیں، اور بعض مخصوص ماکولات کے لیے لمبے سفر پر بھی لے کر گئے، جہاں جانے آنے میں گاڑیوں کے پیٹرول کا بھی غیر معمولی خرچ آیا، سخت گرمی اور لمبے سفر کی وجہ سے وقت بھی غیر معمولی خرچ ہوا، تکان و تعب بھی ہوا، اور کھانا بھی غیر معمولی مہنگا ثابت ہوا، جبکہ اس سے ملتا جلتا کھانا کم قیمت اور لمبے سفر اور مشقت و تعب اور غیر معمولی وقت خرچ کیے بغیر قریب میں بھی میسر آ سکتا تھا، اور بندہ کی طبیعت دوسرے کی طرف سے اپنے اوپر بھی غیر ضروری اخراجات کرنے سے گھبراتی ہے، بندہ، نہ خود سے اسراف کو پسند کرتا، اور نہ ہی دوسرے کی طرف سے اپنے لیے اسراف کو پسند کرتا۔

اور کئی دن تک ان مخلص میزبان صاحب کی طرف سے ایسے ایسے کھانے پیش کیے گئے، جن کو کھا کھا کر طبیعت بھاری ہو گئی، راحت پہنچنے کے بجائے کچھ طبیعت کو تنگی محسوس ہوئی، پھر واپس آنے کے بعد بھی کچھ وقت تک طبیعت پر بوجھ رہا۔

ایک طرف تو ان مخلص میزبان صاحب کی طرف سے اخراجات، اور غیر ضروری اخراجات کا یہ عالم رہا، دوسری طرف سفر میں آنے والے غیر معمولی اخراجات کو ان کی طرف سے اداء کرنے میں مشکل پیش آئی، اگر بندہ کو اس چیز کا پہلے سے علم ہوتا، تو بندہ اس طرح کے سفری تکلفات کی جدوجہد سے اجتناب کرتا۔

اب دیکھئے کہ وہ میزبان، صاحبِ علم بھی تھے اور انتہائی مخلص بھی، لیکن غیر ضروری چیزوں میں تو اتنے تکلفات کیے کہ جو اسراف کی حدود کو چھو رہے تھے، لیکن دوسری طرف راستے اور سفر کے اخراجات اداء کرنے میں پریشان ہوئے۔

اگر وہ مخلص میزبان صاحب اس قسم کے تکلفات میں پڑنے کے بجائے، سادہ اور مفید چیزوں پر اکتفاء کرتے، تو خود بھی راحت میں رہتے اور بندہ بھی راحت میں رہتا، اسراف سے بھی حفاظت رہتی، اور ضروریات بھی متاثر نہ ہوتیں، اور جو وقت اور صلاحیت اور انرجی ان چیزوں میں خرچ ہوئی، وہ کسی دوسرے ضروری اور مفید کام میں خرچ ہوتی۔

اب اس قسم کی باتوں کو سمجھنے والے اور سمجھانے والے بھی بہت کم رہ گئے ہیں۔

اور جو اس قسم کی باتوں سے آگاہ کرے، اس کو خشک، یا سخت مزاج والا قرار دیا جاتا ہے۔

حالانکہ ان باتوں کی تو شریعت نے خود ہی تعلیم دی ہے۔

بتانے والا تو محض ناقل ہے، اس پر اس قسم کے الزامات عائد کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ الزامات شریعت کی طرف منسوب کیے جا رہے ہیں۔

بندہ تو اپنے متعلقین کو اس قسم کی چیزوں سے آگاہ کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہے، پھر کوئی عمل کرے، یا نہ کرے، وہ اس کا معاملہ ہے، بندہ اپنا فریضہ ادا کر کے سبکدوش ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ بیان اور وعظ کے بعد عربی میں کہا جاتا ہے کہ:

”وما علینا الا البلاغ“

اس جملہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہمارے ذمہ تو تبلیغ کر دینا ہے، عمل کرانا ہماری ذمہ داری نہیں۔

اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم عطا فرمائے۔ آمین

اپنے مطلب کی بات کرنا

(15 ربیع الاول 1441ھ)

آج کل بعض لوگوں کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ وہ صرف اپنے مطلب کی بات کرتے ہیں، اور جو بات اپنے مطلب کے خلاف ہوتی ہے، اس پر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں، بعض دین کے داعی اور مبلغین

کا بھی یہی حال ہے۔

ان لوگوں کی مثال ایسی ہے، جیسا کہ ایک قصّاب فوت ہوگیا تھا، اُس کے فوت ہونے کے بعد اُس کی بیوہ روتی جاتی تھی، اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتی جاتی تھی کہ میرے شوہر کی چارپائی اور بستر وغیرہ اب کون استعمال کرے گا؟

قریب میں موجود ایک صاحب اس طرح کی ہر بات کے جواب میں یہ کہتے جاتے تھے کہ کوئی فکر کی بات نہیں، یہ چیز میں استعمال کرلوں گا اور یہ چیز بھی میں استعمال کرلوں گا۔

اسی دوران اُس بیوہ نے ایک بات یہ بھی کہی کہ اُس مرحوم نے اتنا قرض بھی ادا کرنا تھا، اَب وہ کون ادا کرے گا؟

تو اس کے جواب میں ہر بات کا جواب دینے والے شخص نے کہا کہ بھئی! کوئی اور بھی بولے گا، یا نہیں، یا ہر چیز میں ہی اپنے ذمہ لیتا چلا جاؤں گا، کسی اور کی بھی تو کچھ نہ کچھ ذمہ داری ہوگی؟

اسی طرح آج کل بعض لوگوں کا مزاج ومذاق بن گیا ہے کہ وہ جب کسی سے اختلاف کرتے ہیں، تو اس کی اچھی باتوں کا تو ذکر نہیں کرتے، بلکہ بہت سی دینی خدمات کو بھی نظر انداز کردیتے ہیں، اور چند اختلافی باتوں پر خوب برستے ہیں اور ان کی نشر واشاعت کرتے ہیں، جبکہ ان میں بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جو قابلِ تاویل ہوتی ہیں، یا ان میں اختلاف، صرف اجتہادی وفروعی نوعیت کا ہوتا ہے، جن پر نکیر کرنے والا ہی خود گناہ گار ہوتا ہے، اور اس پر اس سے آخرت میں مؤاخذہ کا اندیشہ ہے، اگرچہ وہ دنیا میں دوسرے کا مؤاخذہ کرنے کے درپے کیوں نہ ہو۔

لہٰذا اس طرزِ عمل سے بچنا چاہیے، اگر کسی سے اختلاف ہو، تو اس کی حدود اور شخصیت کا لحاظ کرتے ہوئے، ضرورت پڑنے پر اختلاف کرنا چاہیے۔

اعتدال اور حدودِ شریعت کا لحاظ، بہت اہم، ضروری اور مشکل چیز ہے، جس کا لحاظ اچھے اچھے دین دار لوگوں کی طرف سے بھی بہت کم رہ گیا ہے۔

مثلاً ایک جگہ ایک ہی مدرسہ وجامعہ سے منسلک علماء کا انتظامی معاملات میں اختلاف ہوگیا، اختلاف سے پہلے تو طرفین سے ایک دوسرے کے ساتھ ادب واحترام کا برتاؤ تھا، لیکن اختلاف

کے بعد ان ہی علمائے کرام کو غنڈہ، بدمعاش اور نہ جانے، کیا کچھ کہا جانے لگا، ادب واحترام اور دوسروں کی صفاتِ حمیدہ کا کوئی ذکر ہی نہیں رہا۔

اوپر سے دونوں طرف کے علماء کے حامیوں نے ایک دوسرے کے خلاف زبان درازی کا سلسلہ شروع کردیا، آج کل اس طرح کے مناظر اور ذکر و مذاکرہ، سوشل میڈیا کے ذریعہ بہت عام ہوگیا ہے، ذرہ برابر شرم وحیاء نہیں رہی، علمائے کرام کے نام لے لے کر ان کے خلاف بدزبانی اور بدکلامی کو برسرِ عام نشر کیا جاتا ہے، اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی بی بی تمیزن کے وضو کی طرح ان فحش گوئی اور اس کی نشر واشاعت کرنے والوں کے علم وتقوے میں کوئی خلل نہیں آتا۔

واقعی عجیب پُرفتن اور قربِ قیامت کا دور آ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین

ذمہ داریوں اور اعمال میں فرقِ مراتب کی ضرورت

(22ربیع الاول 1441ھ)

آج کل اپنی ذمہ داریوں اور اعمال کے درجات میں فرق کا بہت کم لحاظ کیا جاتا ہے، اور کئی ایسی چیزوں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جو اگرچہ فی نفسہ عبادت اور باعثِ فضیلت شمار ہوتی ہیں، لیکن ان کا درجہ دوسری منصبی ذمہ داریوں سے کم ہوتا ہے۔

مثلاً کسی شخص کے ذمہ کوئی کام، فرضِ عین، یا واجب علی العین، یا سنتِ موکدہ علی العین ہے، لیکن وہ اس کام کو ترک کرکے، ایسے کاموں میں اپنے آپ کو مشغول کرتا ہے کہ ان کاموں کو انجام دینا، اس پر متعین طریقہ پر فرض، واجب، یا سنتِ موکدہ نہیں۔

مثلاً آج کل بعض لوگ نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے دور دراز کا مہنگا ترین سفر کرکے جاتے ہیں، اور بعض لوگ صرف تعزیت کے لیے اس طرح کے اسفار کرتے ہیں۔

اگرچہ مذکورہ مقاصد کے لیے سفر کرنا جائز اور باعثِ ثواب ہے، لیکن نمازِ جنازہ فرض علی الکفایۃ ہے، اگر کچھ لوگ اس کو اداء کرلیں، تو دوسرے لوگ گناہ گار نہیں ہوتے، خواہ وہ کسی بزرگ کا نمازِ جنازہ کیوں نہ ہو۔

اسی طرح تعزیت بھی سنت ومستحب ہے، اگر کوئی سرے سے اس سنت کوادا نہ کرے، تو گناہ گار نہیں۔

اور جس شخص کے ذمہ، مثلاً کسی کا قرض ہے اور وہ اس کو ادا نہیں کرتا، اور اس کے بجائے مذکورہ مقاصد میں پیسے خرچ کر دیتا ہے، یا اس طرح کے اسفار میں مشغول ہونے سے اس کے بیوی بچوں کے واجب نان ونفقہ میں کوتاہی لازم آتی ہے، تو اس شخص کو فرائض اور واجبات کے بجائے، ان امور میں مال اور وقت خرچ کرنا درست نہیں۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے دین کا علم رکھنے والے لوگوں کی طرف سے بھی ان اعمال میں درجات کا لحاظ نہیں کیا جاتا، اور غیر فرض علی العین، یا غیر واجب علی العین والے اعمال کو فرض علی العین یا واجب علی العین اعمال پر ترجیح دی جاتی ہے۔

یہ سب دین کی صحیح سمجھ اور فہم کے کمزور ہونے کی نشانی ہے، دین کی صحیح فہم اور سمجھ بہت بڑی نعمت ہے، جس کو ''تفقہ فی الدین'' کہا جاتا ہے۔

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین (مصائب کے اسباب اوران کا حل: قسط8) مولانا شعیب احمد

درود کی کثرت

گزشتہ چند اقساط میں رجوع الی اللہ کی وہ مختلف صورتیں درج کی گئی تھیں جو پریشانی کو دور کرنے میں معاون ومددگار ثابت ہوتی ہیں۔اب آنے والی اقساط میں پریشانی اور مصیبت کم کرنے یا ختم کرنے کے طریقہ ہائے دیگر تحریر کیے جاتے ہیں۔

رجوع الی اللہ کے بعد پریشانی دور کرنے میں درود شریف بڑی اہمیت اور خاص تاثیر کا حامل عمل ہے۔درود شریف کے فضائل اور فوائد اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو بیان کرنے کے لیے ایک مستقل کتاب درکار ہوگی۔تاہم ذیل میں ہم درود شریف کا فقط ایک فائدہ جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے،تحریر کرتے ہیں۔

درود شریف کے بے شمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کی بدولت آدمی کے غم اور پریشانیوں کا مداوا ہو جاتا ہے۔چنانچہ ایک صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ:

"يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ: مَا شِئْتَ قَالَ: قُلْتُ: الرُّبُعَ، قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: النِّصْفَ، قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قَالَ: قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ، قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ: إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ" (سنن الترمذی ، رقم الحديث : ۲۴۵۷ ، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع) [1]

"اے اللہ کے رسول میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں۔پس میں کتنا وقت اس کے لیے مقرر کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا تم چاہو۔میں نے عرض

[1] حكم الألباني: حسن (حاشية سنن الترمذی)

www.idaraghufran.org

کیا کہ (اپنے اوقات کا) چوتھا حصہ مقرر کرلوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا تم چاہو۔تاہم اگر تم اضافہ کرو گے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔میں نے عرض کیا کہ (اپنے اوقات کا) آدھا حصہ مقرر کرلوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم چاہو۔تاہم اگر اضافہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔میں نے عرض کیا کہ (اپنے اوقات کا) دو تہائی حصہ مقرر کرلوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا تم چاہو۔تاہم اگر تم اضافہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر تو میں سارا وقت آپ پر درود پڑھا کروں گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر یہ تمہاری پریشانی (اور مصیبتوں) کے لیے کافی ہو جائے گا اور تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے'' (ترمذی)

ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ:

" قَالَ رَجُلٌ:یَا رَسُولَ اللہِ، أَرَأَیْتَ إِنْ جَعَلْتُ صَلَاتِی کُلَّهَا عَلَیْکَ؟ قَالَ:إِذَنْ یَکْفِیکَ اللہُ مَا أَهَمَّکَ مِنْ دُنْیَاکَ وَآخِرَتِکَ " (مسند احمد ، رقم الحدیث : ۲۱۲۴۲) [1]

''ایک شخص نے عرض کیا کے اے اللہ کے رسول! آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں کہ اگر میں تمام وقت آپ پر درود پڑھنے کے لیے وقف کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تب تو اللہ دنیا اور آخرت کے غم (اور پریشانیوں) میں تمہاری کفایت فرمائے گا'' (مسند احمد)

مذکورہ دونوں احادیث سے واضح ہوا کہ درود شریف کی کثرت کی بدولت غموں اور پریشانیوں سے نجات ملتی ہے۔اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درود وسلام کثرت سے بھیجنا چاہیے، تاکہ ہمیں اس کے متعدد منافع سمیت غم اور پریشانیوں سے نجات بھی حاصل ہو سکے۔

اپنا معاملہ خدا کے سپرد کیجیے

اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور مصائب وآلام دور کر دینے کی دعا کر لینے اور اپنے اختیار کی حد تک

[1] قال شعیب الأرنؤوط : حدیث حسن (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

تدابیر اختیار کر لینے کے بعد اب اگلا کام مصیبت و پریشانی کی حالت میں یہ ہے کہ اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔اسی کا نام تفویض اور توکل علی اللہ ہے۔تاہم اپنے اختیار کی حد تک تدبیر اور دعا کیے بغیر اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرنا تفویض اور توکل نہیں کہلاتا۔ بلکہ انسان کے بس میں جتنا ہو اتنی تدبیر کرنا لازم ہے۔اس کے بعد اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور پھر جو فیصلہ بھی بارگاہِ الٰہی سے ہو اس پر راضی رہا جائے،توکل اسی کو کہتے ہیں۔

توکل اور تفویض اختیار کرنے کا حکم قرآن وسنت میں مختلف مقامات پر دیا گیا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

" فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ "

(سورة التوبة ،رقم الآية : ١٢٩)

"سو آپ کہہ دیجیے کہ مجھے اللہ کافی ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں،اسی پر میں نے توکل کیا اور وہ عظیم عرش کا مالک ہے" (توبہ)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ " (سورة الزمر ، رقم الآية : ٣٨)

"کہہ دیجیے کہ مجھے اللہ کافی ہے،اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں (زمر)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

" قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْأُذُنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ فَكَأَنَّ ذَلِكَ ثَقُلَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ:قُولُوا: حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا " (سنن الترمذی ، رقم الحديث : ٢٤٣١ ، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع ، باب ما جاء فی شأن الصور) [1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کیسے راحت وسکون سے رہ سکتا ہوں جب کہ صور (پھونکنے) والا (فرشتہ) صور منہ میں دبا کر کان لگائے بیٹھا ہے کہ کب

[1] حكم الألبانی:صحيح (حاشية سنن الترمذی)

www.idaraghufran.org

اسے (اللہ عزوجل کی طرف سے) صور پھونکنے کا حکم ملے اور وہ صور پھونکے۔تو گویا کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر بھاری گزری۔تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم یوں کہا کرو کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کام بنانے والا ہے اور اللہ ہی پر ہم نے توکل کیا'' (ترمذی)

قرآن وسنت میں جہاں توکل اختیار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا وہیں اس کی اہمیت وافادیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

" وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ " (سورة الطلاق ، رقم الآية : ٣)

''اور جو کوئی اللہ پر توکل کرے گا تو وہ اس (کا کام بنانے) کے لیے کافی ہے'' (طلاق)

ایک صحابیِ رسول حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''جس نے صبح اور شام سات مرتبہ یہ کلمات کہے:

حسبیَ اللہُ، لا إله إلا هو عليهِ توكلْتُ، وهو ربُّ العرشِ العظيم

(جن کا ترجمہ یہ ہے کہ) اللہ مجھے کافی ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عظیم عرش کا رب ہے۔

تو (یہ کلمات کہنے کے نتیجے میں) اللہ اس کے غموں کی کفایت کر دیتا ہے'' [1]

اللہ پر توکل اور بھروسہ کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان کی کفایت کرتے ہیں اور اس کے لیے کافی ہو جاتے ہیں۔نیز مصائب وآلام میں توکل اور خدا کی ذات پر بھروسہ انسان کو بہت نفع دیتا ہے۔ذیل میں اس نوعیت کی دو مثالیں ذخیرۂ احادیث سے تحریر کی جاتی ہیں۔اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ:

"كَانَ آخِرَ قَوْلِ إِبْرَاهِيمَ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ: حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الوَكِيلُ "

(صحيح البخاري ، رقم الحديث : ۴۵۶۴ ، كتاب تفسير القرآن)

''حضرت ابراہیم کو جب آگ میں ڈالا گیا تو سب سے آخری کلام جو انہوں نے فرمایا

---

[1] (سنن ابی داود ، رقم الحديث : ۵۰۸۱ ، أبواب النوم ، باب ما يقول اذا أصبح)
قال شعَيب الأرنؤوط : رجاله ثقات، وهو موقوف (حاشية سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

وہ یہ تھا کہ اللہ مجھے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے''(بخاری)

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ پر توکل اور بھروسہ کیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کے لیے ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا۔ پھر وہ دہکتی ہوئی آگ اور بھڑکتے ہوئے شعلے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا بال بھی بیکا نہ کرسکے۔

احادیث میں اس نوعیت کا دوسرا قصہ ایک لڑکے کا ملتا ہے کہ بادشاہِ وقت اس لڑکے کا جانی دشمن ہو گیا۔اس نے اپنے کارندوں اور گماشتوں کو حکم دیا کہ لڑکے کو قتل کر دیا جائے۔لڑکے کو مار ڈالنے کی کئی مرتبہ مختلف تدابیر کی گئیں لیکن ہر مرتبہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا کہ:

" اللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ " (صحيح مسلم ،رقم الحديث : ٧٣. ٥ ٠ ٠ ٣ ، كتاب الزهد والرقائق ، باب قصة أصحاب الأخدود)

''اے اللہ تو مجھے ان سے (مقابلہ کرنے میں) کافی ہوجا۔(مجھے ان سے بچالے) جس طرح تو چاہے''(مسلم)

اس دعا کا نتیجہ یہ نکلتا کہ اسے مارنے کے لیے لے کر جانے والے خود ہلاک ہو جاتے لیکن وہ زندہ سلامت بچ جاتا۔کئی مرتبہ یہی ماجرا ہونے کے بعد لڑکے نے خود بادشاہ کو اپنی ہلاکت کی تدبیر بتلائی اور بادشاہ نے اس پر عمل کیا تب جا کر اس لڑکے کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہوا۔ یہ خدا کی ذات پر توکل اور بھروسہ ہی تھا کہ جس نے اس لڑکے کی جان بچائی اور اسے موت سے محفوظ رکھا۔ [1]

الحاصل خدا پر توکل اور بھروسہ کرنے کے نتیجے میں انسان کے بہت سے غم، پریشانیاں اور مصائب دور ہوجاتے ہیں۔اس لیے انسان کو جب بھی کوئی پریشانی یا مصیبت درپیش ہو تو تدبیر ودعا کے بعد توکل اور بھروسہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر ہی کرنا چاہیے اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے۔اللہ پر بھروسہ کرنے کے بعد انسان کو مطمئن ہوجانا چاہیے اور جو فیصلہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے ہو اس پر راضی، خوش اور مطمئن رہنا چاہیے۔

[1] یہ پورا واقعہ صحیح مسلم میں تفصیلاً موجود ہے۔ تفصیل جاننے کے متمنی حضرات صحیح مسلم میں مندرجہ بالا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

www.idaraghufran.org

بسلسلہ : تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ رجب: نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ رجب ۸۵۱ھ: میں حضرت برہان الدین ابومحمد ابراہیم بن احمد بن محمد بن محمد خجندی مدنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الطبقات السنية فی تراجم الحنفية لتقی الدين بن عبد القادر الغزی،ص ۵٦)

□......ماہِ رجب ۸۵۲ھ: میں حضرت برہان الدین ابراہیم بن عبداللہ بن اسماعیل بن علی بن محمد بن قاسم بن صالح عریانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نظم العقيان فی أعيان الأعيان للسيوطی ،ص ۱۷)

□......ماہِ رجب ۸۵۲ھ: میں حضرت ابونعیم رضوان بن محمد بن یوسف بن سلامہ مقری عقبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نظم العقيان فی أعيان الأعيان للسيوطی ،ص ۱۱۲)

□......ماہِ رجب ۸۵۴ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن حمد بن عبداللہ بن علی بن محمد بن عربشاہ دمشقی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نظم العقيان فی أعيان الأعيان للسيوطی ،ص ٦۳)

□......ماہِ رجب ۸۵٦ھ: میں حضرت احمد بن حسن بن عبدالہادی عمری دمشقی حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نظم العقيان فی أعيان الأعيان للسيوطی ،ص ۴۱)

□......ماہِ رجب ۸٦۱ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ ولی الدین ابوالبقاء محمد بن محمد بن عبداللطیف بن اسحاق بن احمد بن اسحاق اموی سنباطی مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(نظم العقيان فی أعيان الأعيان للسيوطی ،ص ۱٦۴)

□......ماہِ رجب ۸٦۲ھ: میں حضرت جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن عبدالوہاب بن ابی البرکات بن محمد بن ابی الہدی بن تقی مدنی شافعی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

(التحفة اللطيفة فی تاريخ المدينة الشريفة للسخاوی، ج۲،ص۵۷)

□......ماہِ رجب ۸٦۳ھ: میں حضرت محبّ الدین محمد بن بن عثمان بن سلیمان کراوی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نظم العقيان فی أعيان الأعيان للسيوطی ،ص ۱۵۳)

□......ماہِ رجب ۸٦۴ھ: میں حضرت عباس بن محمد بن محمد بن محمد بن حسین بن علی بن احمد بن

عطیہ مکی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(التحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة للسخاوی، ج۲،ص ۱۴)

□......ماہِ رجب ۸۶۴ھ: میں حضرت محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن ایوب مخزومی قاہری شافعی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوی، ج۹،ص ۲۷۵)

□......ماہِ رجب ۸۶۵ھ: میں حضرت محمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن حسین عثمانی مدنی شافعی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوی، ج۹،ص ۲۰۶)

□......ماہِ رجب ۸۷۲ھ: میں حضرت محمد بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ بن محمد عوفی قاہری شافعی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوی، ج۹،ص ۲۳۴)

□......ماہِ رجب ۸۷۳ھ: میں حضرت ابوالفضل احمد بن حسن شاہ قاہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(الطبقات السنية فی تراجم الحنفية لتقی الدین بن عبد القادر الغزی،ص ۱۰۲)

□......ماہِ رجب ۸۷۵ھ: میں حضرت ابوالبقاء محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن احمد بن محمد بن محمد مکی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوی، ج۹،ص ۱۷۲)

□......ماہِ رجب ۸۷۹ھ: میں حضرت شیخ شمس الدین محمد بن محمد بن حسن بن سلیمان بن عمر بن محمد بن حلبی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نظم العقيان فی أعيان الأعيان للسيوطی ،ص ۱۶۱)

□......ماہِ رجب ۸۸۳ھ: میں حضرت ابوالفضل عبدالعزیز بن مسعد بن محمد بن عبدالعزیز بن عبدالسلام بن محمد مدنی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(التحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة للسخاوی، ج۲،ص ۱۸۹)

□......ماہِ رجب ۸۸۵ھ: میں حضرت احمد بن عبیداللہ بن محمد بن احمد بن عبدالعال قاہری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(التحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة للسخاوی، ج۱،ص ۱۱۹)

□......ماہِ رجب ۸۹۵ھ: میں حضرت احمد بن حسن بن احمد بن عبدالہادی بن شہاب الدین رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الجوهر المنضد فی طبقات متأخری أصحاب أحمد لابن المبرد، ج۱،ص ۱۰)

□......ماہِ رجب ۸۹۹ھ: میں حضرت حسن بن احمد بن حسن بن احمد بن عبدالہادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الجوهر المنضد فی طبقات متأخری أصحاب أحمد لابن المبرد، ج۱،ص ۳۱)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار اسلامی فقہ کی ابتدائی تاریخ وترویج (قسط22) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہی مسالک کی تدوین وترویج (حصہ اوّل)

گزشتہ اقساط میں فقہ اسلامی کی مختصر تاریخ اوراس کی تدوین وترویج کے ابتدائی مراحل کا ذکر کیا گیا، جن سے تدوینِ فقہ کا پسِ منظر اہلِ سنت والجماعت کے چاروں مسالک کی ابتداء اورایک اجمالی خاکہ سامنے آیا۔ذیل میں اہلِ سنت کے ان چاروں مسالک کی ترویج واشاعت کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ عالمِ اسلام میں ان کی اشاعت ومقبولیت کیسے اور کن حالات میں ہوئی، اور کن ممالک میں کون سا فقہی مسلک کب اور کیسے پھیلا، اوراس کے پیروکار کہاں کہاں پائے جاتے ہیں۔

(1)......حنفی مسلک

اہلِ سنت کا یہ پہلا فقہی مسلک ہے، جس کے بانی امام اعظم، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمہ اللہ (متوفیٰ 150ہجری) ہیں، حنفی مسلک تمام فقہی مسالک میں مقدم ہے، چونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کوفہ کے رہنے والے تھے، اس لیے ابتداءً اس کی نشوونما کوفہ سے ہوئی، پھرآہستہ آہستہ یہ مسلک عراق کے مختلف شہروں میں پھیلا، پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب اور شاگردوں، حنفی علماء وفقہاء کے ذریعہ سے اس مسلک کی اشاعت دنیا کے دور دراز ممالک میں ہوئی، اور تھوڑے ہی عرصے میں یہ مسلک شام، مصر، روم، بلخ، بخارا، فارس، ہندوستان، سندھ اور یمن وغیرہ کے اطراف میں پھیل گیا(مقدمة ابنِ خلدون، ج ۱، ص ۵٦٧، الباب السادس، الفصل السابع)

حنفی مسلک کی تدوین وترویج

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نگرانی اور رہنمائی میں فقہ حنفی کو ان کے چالیس شاگردوں نے باقاعدہ مدون و

مرتب کیا، جن میں امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن، امام زفر بن ہذیل، یحیٰ بن زکریا، حفص بن غیاث داؤد بن نصیر، فضیل بن عیاض اور اسد بن عمرو وغیرہ جیسے حضرات شامل تھے۔

ان حضرات نے اپنی تصانیف اور فتاویٰ کے ذریعہ اس فقہ کو دنیا بھر میں پھیلایا، چنانچہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اپنے زمانے (170 ہجری) میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے، اور تمام بلاد مثلاً عراق، خراسان، شام ومصر اور دور دراز تک کے مقامات میں عہدۂ قضاء سے متعلق معاملات اور تقرر آپ کے ہی حکم سے ہوتا تھا، آپ کے فقہی فیصلے آج بھی فقہ حنفی اہمیت کے حامل، اور خصوصی مقام رکھتے ہیں (المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، لتقی الدین المقریزی، ج۴، ص ۱۴۹)

امام محمد رحمہ اللہ کا حلقۂ درس، عراق میں ہوا کرتا تھا، جس سے ہزاروں کی تعداد میں خلق اللہ نے فائدہ اُٹھایا، اور اس طرح اس مسلک کی دنیا بھر میں اشاعت ہوئی، امام صاحب کے شاگردوں میں امام اسد بن عمرو رحمہ اللہ نے خاص طور پر آپ کی تصانیف اور فتاویٰ کو دنیا بھر میں پھیلایا، آپ سب سے پہلے فقیہ ہیں، جنہوں نے فقہ حنفی میں کتابیں لکھیں، اور اسی طرح امام صاحب کے شاگردوں میں نوح بن ابی مریم ''جـامـع'' کے لقب سے مشہور ہوئے، کیونکہ ایک قول کے مطابق نوح بن ابی مریم نے سب سے پہلے فقہ حنفی کو کتابوں میں جمع کیا تھا، اور آپ کو ''جـامـع'' کہنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ مختلف علوم کے جامع تھے، اور افریقہ میں امام ابو محمد عبداللہ بن فروخ فاسی کی وجہ سے حنفی مسلک کی اشاعت ہوئی، جنہوں نے امام ابوحنیفہ اور امام مالک دونوں سے علم حاصل کیا تھا (تـاریـخ الاسـلام، ج۴، ص ٦٦٦، و الـمـوسـوعة الفقهية الكويتية، ج ا، ص ۳۳۸، تحت الترجمة: ابو عصمة. متوفیٰ ۱۷۳ ھ)

ان کے بعد جب قاضی ابوعبداللہ اسد بن فرات رحمہ اللہ وہاں کے قاضی مقرر ہوئے، تو فقہ حنفی کو خوب عروج حاصل ہوا، آپ دراصل فقہ حنفی اور فقہ مالکی دونوں کے جامع تھے، امام مالک کے حلقۂ درس میں شریک ہونے کے ساتھ ساتھ، آپ نے امام ابو یوسف اور امام محمد دونوں سے بھی فقہ حنفی کی تعلیم حاصل کی، کہا جاتا ہے کہ آپ عبادات میں فقہ مالکی کی اتباع کیا کرتے تھے، اور معاملات میں عموماً فقہ حنفی کے مطابق فیصلہ فرمایا کرتے تھے، ان کی تاریخِ ولادت 146 ہجری اور وفات 213 ہجری ہے (تاریخ الاسلام، ج۵، ص ۲۷۴، و مقدمة ابن خلدون، ص ۲۵۸)

www.idaraghufran.org

امام تقی الدین مقریزی رحمہ اللہ ”الخطط والآثار “میں فرماتے ہیں کہ چوتھی صدی ہجری تک افریقہ میں فقہ حنفی کو غلبہ حاصل رہا، جس کے بعد 453ہجری میں یہاں معزبن بادیس بن منصور کی سلطنت قائم ہوئی، جس نے افریقی اور اندلسی باشندوں میں فقہ مالکی کو رائج کیا، جس کی وجہ سے ان لوگوں نے مالکی مسلک کے سرکاری مسلک ہونے کی وجہ سے دیگر فقہ اور دیگر مسالک کو ترک کردیا، اور یہاں آج تک یہی مسلک رائج ہے(المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، ج۴، ص ۱۵۰)

اسی طرح اندلس میں بھی حنفی مسلک قدیم زمانہ میں رائج تھا جبکہ بعد میں یہاں مالکی مسلک کو زیادہ عروج حاصل ہوا، اہلِ مصر 164ہجری میں حنفی مسلک سے اس وقت واقف ہوئے، جب خلیفہ مہدی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام اسماعیل بن یسع رحمہ اللہ کو مصر کا قاضی مقرر کیا، اور اس طرح ان کی ذات سے مصر پہلی بار حنفی مسلک سے واقف ہوا۔

امام اسماعیل بن یسع رحمہ اللہ کے متعلق منقول ہے کہ آپ سب سے پہلے حنفی قاضی تھے، جو خلیفۂ وقت کی طرف سے قاضی کے عہدے پر فائز کیے گئے، اور آپ کوفہ سے قاضی بن کر مصر تشریف لائے تھے(الاعلام للزرکلی، ج ا، ص ۳۲۹، تحت الترجمة: ابن الیسع)

خلاصہ یہ کہ خلافتِ بنوعباس میں حنفی مسلک کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی، اگرچہ اس دوران مختلف بلاد میں مالکی، شافعی اور حنبلی مسلک بھی پھلتے پھولتے رہے، مگر حنفی مسلک کو بنوعباس کے خلفاء کی طرف سے خاص پذیرائی حاصل تھی۔ چنانچہ عراق کے اکثر قاضی اور فقیہ حنفی ہوتے تھے، اور شام کے اکثر شہر بھی حنفی مسلک سے خالی نہیں تھے، بعض دفعہ یہاں کے قاضی بھی اسی مسلک کے ہوتے تھے، اسی طرح خراسان، سجستان، ماوراء النہر، جرجان، طبرستان، آرمینیہ، تبریز کے بعض علاقوں میں بھی یہ مسلک غالب تھا، اور فارس اور سندھ کے شہر اور قصبات میں بھی احناف کافی تعداد میں موجود تھے، ہندوستان کے اکثر سلاطین حنفی رہے ہیں، بنوعباس کی خلافت کے خاتمہ کے بعد جب سلطنتِ عثمانی کی ابتداء ہوئی، تو عثمانیوں نے بھی ترک، مصر اور دیگر ملحقہ ممالک میں حنفی مسلک کو نافذ کیا، جو کہ آج تک جاری ہے۔ [1]

[1] (نظرة تاريخية في حدوث المذاهب الفقهية الأربعة:الحنفي، المالكي، الشافعي، الحنبلي وانتشارها عند جمهور المسلمين، لأحمد بن إسماعيل بن محمد تيمور، ص ۵۸، ۵۹، المذهب الحنفي)

www.idaraghufran.org

امام صاحب کی علمی کاوش

امامِ اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جس نہج وطرز پر تدوینِ فقہ کا کام کیا، یہ آپ کا ایک ایسا عظیم الشان اور تاریخی کارنامہ ہے کہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔

یہ کام جتنا عظیم الشان تھا اور تاریخی تھا، اتنا ہی پُر خطر اور مشکل بھی تھا، اس لئے آپ نے اتنے بڑے اور اہم کام کو صرف اپنی ذاتی رائے پر منحصر نہیں سمجھا، ویسے تو آپ کے اصحاب وتلامذہ کی تعداد بالواسطہ اور بلاواسطہ ہزاروں میں ہے، مگر آپ نے اپنے ان ہزاروں شاگردوں میں سے ایسے چالیس افراد کا انتخاب کیا، جو اپنے وقت کے بڑے بڑے مجتہدین اور محدثین کے شیوخ تھے، اور دیگر علوم لغت، حدیث، تفسیر اور تصوف میں بھی یکتائے زمانہ تسلیم کئے جا چکے تھے، اور مرجعُ الخلائق تھے، چنانچہ فقہ کے باب میں آپ کی مجلس میں امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور دیگر جیسے قیاس و اجتہاد کے ماہرین اصحاب وشاگرد موجود تھے، اور حدیث کے باب میں آپ کی مجلس میں یحییٰ بن زکریا، حفص بن غیاث اور حبان جیسے ماہرینِ حدیث شریک رہتے تھے، نیز اس کے علاوہ امام صاحب رحمہ اللہ خود بھی ان علوم میں اجتہاد کے درجہ پر فائز تھے، اور دیگر علوم میں بھی آپ یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ آپ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں ''**الناس فی الفقه عیال علی أبی حنیفة** '' کہ لوگ فقہ کے باب میں آپ کے اہل وعیال میں سے ہیں۔

(2)...... مالکی مسلک

اہلِ سنت کا یہ دوسرا فقہی مسلک ہے، جس کے بانی امام مالک بن انس رحمہ اللہ ہیں، آپ امتِ مسلمہ کے بڑے محدث، فقیہ اور ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں، آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں 93 ہجری میں ہوئی، اور وفات 179 ہجری میں ہوئی۔

مالکی مسلک، حنفی مسلک کے بعد باقی مسالک پر مقدم ہے، مالکی مسلک کے بنیادی مآخذ: قرآنِ کریم، سنتِ رسول اللہ، اجماع اور اہلِ مدینہ کا عمل ہے، چونکہ اس مسلک کا مولد ومنشاء مدینہ منورہ ہے، اس لیے اس مسلک کی ترویج مدینہ منورہ سے ہی ہوئی۔

مالکی مسلک کی تدوین وترویج

ابتداءً یہ مسلک مدینہ منورہ سے پورے حجاز میں پھیلا، پھر بصرہ، مصر، افریقہ، اندلس، یمن، بلادِ فارس، بلادِ روم اور بلادِ شام کے مختلف علاقوں میں پھیلا، اور اس وقت بھی اس فقہ کے پیروکاروں کی کثیر تعداد موجود ہے، لیکن چوتھی صدی ہجری کے بعد، عراق، بغداد اور دیگر ملحقہ علاقوں میں اس مسلک کے متبعین کم ہوگئے۔

امام تقی الدین مقریزی (متوفی:845ہجری) اپنی کتاب ''الخطط والآثار '' میں فرماتے ہیں کہ اہلِ مصر کو مالکی مسلک سے سب سے پہلے متعارف کروانے والے مشہور مالکی فقیہ عبدالرحیم بن خالد ہیں، اس کے بعد عبدالرحمٰن بن قاسم اور عثمان بن حکم نے مالکی مسلک کی اشاعت کی، مصر میں چونکہ مالکی اصحاب کی تعداد زیادہ تھی، اس لیے مالکی مسلک مصر کے اکثر علاقوں میں رائج تھا، یہاں تک کہ مشہور حنفی فقیہ اور قاضی اسماعیل بن یسع یہاں کے قاضی بن کر آئے، جس کی وجہ سے اہلِ مصر فقہ حنفی سے بھی متعارف ہوئے، اور مصر اکثر علاقوں میں حنفی مسلک بھی پھیلا (المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، لتقی الدین المقریزی، ج۴، ص ۱۵۰)

امام تقی الدین مقریزی کی ''الخطط والآثار '' سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک افریقہ میں فقہ حنفی کو غلبہ حاصل رہا، جس کے بعد 453ہجری میں یہاں معز بن بادیس بن منصور کی سلطنت قائم ہوئی، معز بن بادیس نے اپنی سلطنت میں بڑے بڑے عہدوں اور منصب پر مالکی امراء وحکام اور قضاۃ کو رکھا، جس کی وجہ سے اس مسلک کو مغربی افریقہ میں غلبہ حاصل ہوا، اور یہاں آج تک یہی مسلک رائج ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے تلامذہ میں، یحییٰ بن یحییٰ اندلسی رحمہ اللہ (متوفی:234ھ) بڑے مقام ورتبہ کے مالک تھے، وہ اندلس سے چل کر آپ کی خدمت میں مدینہ منورہ آئے، اور آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے تھے، ان کو امام مالک رحمہ اللہ نے ''عاقل اهل الاندلس '' کے خطاب سے نوازا تھا، چنانچہ یحییٰ بن یحییٰ جب اندلس پہنچے، وہاں ان کے علم وفضل کا بہت چرچا ہوا، اور بلادِ

www.idaraghufran.org

اندلس میں ان کی علمی و دینی جدوجہد سے مالکی مسلک کو بہت فروغ حاصل ہوا، موطأ امام مالک کی متعدد روایات اور اس کے کئی نسخے ہیں، مگر ان سب میں یحییٰ بن یحییٰ اندلسی کی روایت اور ان کا نسخہ اہلِ علم حضرات میں بہت ہی مشہور و مقبول اور متداول ہے (ابنِ خلکان)

اندلس میں مالکی مسلک کی نشر و اشاعت سے متعلق اور بھی کئی مالکی اصحاب کا ذکر ملتا ہے، جس کی وجہ سے اہلِ مغرب میں مالکی مسلک عروج پر رہا ہے، اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے، چنانچہ امام تقی الدین فاسی مکی (متوفی:832ہجری) ''العقد الثمین ''میں فرماتے ہیں کہ اس زمانہ (یعنی نوی صدی ہجری) میں اہلِ مغرب اکثر مالکی مسلک پر عمل پیرا ہیں۔ [1]

امام مالک رحمہ اللہ علمی و دینی خدمات

امام مالک رحمہ اللہ کی درسگاہ سے دینی و علمی فیض یافتہ طلباء و اصحاب کی تعداد بہت زیادہ ہے، خود امام شافعی نو برس تک آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرتے رہے، قاضی عیاض نے ترتیب المدارک میں آپ کے جن تلامیذ و اصحاب کا ذکر کیا ہے، ان کی تعداد تیرہ سو (۱۳۰۰) سے زائد بنتی ہے، اور امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ''آپ سے اتنے زیادہ لوگوں نے حدیث روایت کی کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا'' (تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۱۹۴)

آپ مسجد نبوی میں درس و تدریس فرمایا کرتے تھے، آپ کے درس میں وقار اور حدیثِ نبوی کا احترام خاص طور پر نظر آتا تھا۔ حدیثِ نبوی میں آپ کی جمع کردہ احادیث کے نسخے کو ''موطاء امام مالک'' کے نام سے جانا جاتا ہے، جس کا شمار علمِ حدیث کی ابتدائی اور بنیادی کتابوں میں ہوتا ہے۔ محدثین کے نزدیک احادیث کو نقل کرنے کے باب میں ''مالک عن نافع عن ابنِ عمر '' کی سند، انتہائی قابلِ اعتبار، مضبوط اور سلسلۃ الذہب شمار ہوتی ہے، یعنی احادیث کی اسناد کی ایک ایسی سنہری کڑی، جس میں کوئی کھوٹ نہیں۔

(......جاری ہے)

---

[1] (نظرة تاريخية فی حدوث المذاهب الفقهية الأربعة:الحنفی، المالكی، الشافعی، الحنبلی وانتشارها عند جمهور المسلمين، لأحمد بن إسماعيل بن محمد تيمور، ص ۲۱ الی ۶۴، المذهب المالكی)

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ(قسط48) مفتی محمد ناصر

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

خلافت کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خطاب

خلیفۂ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، کے احادیث وروایات میں بے شمار فضائل بیان ہوئے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور کے بعد کے خطبات وارشادات میں سے ایک خطاب، جو مسند احمد کی سند سے مروی ہے، ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

ابوفراس سے روایت ہے کہ:

خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّا إِنَّمَا كُنَّا نَعْرِفُكُمْ إِذْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِذْ يَنْزِلُ الْوَحْيُ، وَإِذْ يُنَبِّئُنَا اللهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ، أَلَا وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ انْطَلَقَ، وَقَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ، وَإِنَّمَا نَعْرِفُكُمْ بِمَا نَقُولُ لَكُمْ، مَنْ أَظْهَرَ مِنْكُمْ خَيْرًا ظَنَنَّا بِهِ خَيْرًا وَأَحْبَبْنَاهُ عَلَيْهِ، وَمَنْ أَظْهَرَ مِنْكُمْ لَنَا شَرًّا ظَنَنَّا بِهِ شَرًّا، وَأَبْغَضْنَاهُ عَلَيْهِ، سَرَائِرُكُمْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ، أَلَا إِنَّهُ قَدْ أَتَى عَلَيَّ حِينٌ وَأَنَا أَحْسِبُ أَنَّ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يُرِيدُ اللهَ وَمَا عِنْدَهُ، فَقَدْ خُيِّلَ إِلَيَّ بِآخِرَةٍ أَلَا إِنَّ رِجَالًا قَدْ قَرَؤُوهُ يُرِيدُونَ بِهِ مَا عِنْدَ النَّاسِ، فَأَرِيدُوا اللهَ بِقِرَائَتِكُمْ، وَأَرِيدُوهُ بِأَعْمَالِكُمْ .أَلَا إِنِّي وَاللهِ مَا أُرْسِلُ عُمَّالِي إِلَيْكُمْ لِيَضْرِبُوا أَبْشَارَكُمْ، وَلَا لِيَأْخُذُوا أَمْوَالَكُمْ، وَلَكِنْ أُرْسِلُهُمْ إِلَيْكُمْ لِيُعَلِّمُوكُمْ دِينَكُمْ وَسُنَّتَكُمْ، فَمَنْ فُعِلَ بِهِ شَيْءٌ سِوَى ذَلِكَ فَلْيَرْفَعْهُ إِلَيَّ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِذًا لَأُقِصَّنَّهُ مِنْهُ، فَوَثَبَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَوَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى رَعِيَّةٍ، فَأَدَّبَ بَعْضَ رَعِيَّتِهِ، أَئِنَّكَ لَمُقْتَصُّهُ مِنْهُ؟ قَالَ: إِي وَالَّذِي نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهِ، إِذًا لَأُقِصَّنَّهُ مِنْهُ، أَنَّى لَا

أُقِصَّنَّهُ مِنْهُ ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِصُّ مِنْ نَفْسِهِ؟ ألا لا تَضْرِبُوا الْمُسْلِمِينَ فَتُذِلُّوهُمْ، وَلا تُجَمِّرُوهُمْ فَتَفْتِنُوهُمْ، وَلا تَمْنَعُوهُمْ حُقُوقَهُمْ فَتُكَفِّرُوهُمْ، وَلا تُنْزِلُوهُمُ الْغِيَاضَ فَتُضَيِّعُوهُمْ

(مسند احمد، رقم الحديث ٢٨٦) [1]

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود رہے، وحی نازل ہوتی رہی اور اللہ ہمیں تمہارے حالات کی خبریں دیتا رہا، اُس وقت تک تو ہم تمہیں پہچانتے تھے۔

لیکن اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (دنیا سے) تشریف لے گئے ہیں، اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اب ہم تمہیں ان چیزوں سے پہچانیں گے جو ہم تمہیں کہیں گے۔ تم میں سے جو شخص خیر ظاہر کرے گا، ہم اس کے متعلق اچھا گمان رکھیں گے، اور اس بات پر ہم اس شخص سے محبت کریں گے، اور جو شخص تم میں سے ہمارے سامنے شر (وبُرائی) ظاہر کرے گا، ہم اس کے متعلق بُرا گمان رکھیں گے، اور اس وجہ سے ہم اس سے نفرت کریں گے، تمہارے پوشیدہ راز تمہارے رب اور تمہارے درمیان ہوں گے۔

یادرکھو! میرے سامنے ایک وقت وہ تھا، جس میں میرا گمان تھا کہ جو قرآن کی قرائت کرتا ہے، وہ اللہ کی رضا اور اس کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے، پس میرے لئے قرآن کی تلاوت، آخرت ہی کا عمل تھا۔

مگر اب بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو قرآن کی تلاوت، لوگوں سے اُن کی چیزیں (ومال ودولت) حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں، پس تم اپنی قرأت سے اللہ کو حاصل کرو، اور اپنے اعمال کے ذریعے سے اللہ کو حاصل کرو۔

---

[1] قال الهيثمي: رواه أحمد فی حديث طويل .وأبو فراس لم أر من جرحه ولا وثقه، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٩٠٦٨، باب حق الرعية والنصح لها)

وقال المحقق حسين سليم أسد: أبو فراس قال الحافظ مقبول وباقي رجاله رجال الصحيح (حاشية مسند ابی يعلی الموصلی، تحت رقم الحديث ١٩٦)

www.idaraghufran.org

اور یاد رکھو! میں نے تمہارے پاس اپنے مقرر کردہ گورنروں کو اس لئے نہیں بھیجا کہ وہ تمہاری چمڑیاں اُدھیڑ دیں، اور نہ اس لئے کہ وہ تمہارے مال و دولت پر قبضہ کرلیں، بلکہ میں نے تو اپنے گورنروں کو تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ وہ تمہیں تمہارا دین اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی) سنتیں سکھائیں، لہٰذا جس شخص کے ساتھ اس کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوا ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ یہ بات میرے سامنے پیش کرے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں اسے بدلہ ضرور لے کر دوں گا۔

یہ سن کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کود کر سامنے آئے اور عرض کیا کہ امیرُ المومنین! اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کو رعایا پر ذمہ دار بنایا جائے اور وہ رعایا کو ادب سکھانے کے لئے کوئی سزا دے، تو کیا آپ اس سے بھی قصاص لیں گے؟

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے، میں اس سے بھی قصاص لوں گا، اور میں اس سے قصاص کیوں نہ لوں، جبکہ میں نے خود رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف سے قصاص دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

یاد رکھو! مسلمانوں کو مار پیٹ مت کرو، اس کی وجہ سے تم مسلمانوں کو ذلیل کرو گے، اور مسلمانوں کو انگاروں پر مت رکھو، اس کی وجہ سے تم انہیں آزمائش میں مبتلا کردو گے، اور مسلمانوں سے اُن کے حقوق مت روکو، کیونکہ اس کی وجہ سے تم انہیں کفر اختیار کرنے پر مجبور کردو گے، اور مسلمانوں کو طیش (وغیض غضب اور غصہ) دِلانے کی کوشش مت کرو، کیونکہ اس کی وجہ سے تم انہیں ضائع کردو گے (مسند احمد)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مذکورہ خطاب سے بہت سی قیمتی ہدایات حاصل ہوتی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے قول وفعل کے مطابق معاملہ کیا جائے گا، جو کوئی درست عمل اختیار کرے گا، اس کے ساتھ درست اور خیر والا گمان رکھا جائے گا، اور جو کوئی غلط عمل اختیار کرے گا، تو اس کے ساتھ اس کے عمل کے مطابق بُرا گمان قائم ہوگا، اور غلط عمل اختیار کرنے کی وجہ سے وہ لائقِ بُغض ہوگا، نیز بندہ کی نیت کا معاملہ، اُس کے اور اللہ کے درمیان ہے، اور بندہ

اپنے قول وفعل کے مطابق برتاؤ کیے جانے کا حقدار ہے، اپنی نیت کے مطابق برتاؤ کیے جانے کا حقدار نہیں، لہٰذا انسان کو درست قول وفعل اختیار کرنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ خطاب سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ لوگ قرآن مجید کی تلاوت، اور نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے بھی کرتے ہیں، اور دنیا کا مال ودولت حاصل کرنے کے لئے بھی کرتے ہیں، ایمان والوں کو چاہئے کہ قرآن مجید کی تلاوت، اور نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کریں، دنیا کا مال ودولت حاصل کرنے کے مقصد سے قرآن مجید کی تلاوت نہ کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ خطاب سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مسلمانوں کے حکمران، اوران کے نائبین اور وزراء، دراصل مسلمانوں پر اس لئے مقرر کیے گئے ہیں، تاکہ وہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا دین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں سکھائیں، اور مسلمانوں کے حکمران، اوران کے نائبین اور وزراء، مسلمانوں پر اس لئے مقرر نہیں کیے گئے، کہ وہ لوگوں پر ظلم وستم کر کے اُن کا مال ودولت حاصل کریں، اس لئے جو حکمران یا اُس کا نائب اور وزیر، اپنے اصل منصب سے ہٹ کر مسلمانوں کے ساتھ ظلم والا سلوک اور معاملہ کرے گا، تو دنیا میں یا آخرت میں اُس حکمران یا وزیر سے مسلمانوں کی طرف سے بدلہ لیا جائے گا۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مذکورہ خطاب میں مسلمانوں کو اس طرح مارنے پیٹنے سے بھی منع فرمایا ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی تذلیل وتحقیر ہو، اور اس طرح کا ظلم وستم کرنا، جس کی وجہ سے مسلمان آزمائش میں مبتلا ہو جائیں، اس سے بھی منع فرمایا ہے، اور مسلمانوں کے حقوق روک لینا، مسلمانوں کو کفر اختیار کرنے پر مجبور کرنا ہے، اس لئے مسلمانوں کے حقوق روکنا، اور مسلمانوں کو ان کے حقوق ادا نہ کرنا، انتہائی سنگین عمل ہے۔

اور آخری بات یہ فرمائی کہ مسلمانوں کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ اور رویہ وطرزِ عمل اختیار کرنا، جو مسلمانوں کو طیش وغیض غضب اور غصہ دِلائے، اس کا نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کو ضائع کردیں گے۔

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ان نصائح پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

ڈائناسار کی ڈرائنگ

پیارے بچو! احمد اور حسام دو اچھے دوست تھے۔ان دونوں کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی۔دونوں ایک ہی سکول میں جاتے تھے۔ایک دن وہ دونوں عملی منصوبوں کے پیریڈ میں بیٹھے ہوئے تھے۔کلاس کے استاذ نے سارے لڑکوں سے کہا کہ دو دو لڑکے الگ الگ اپنا گروپ بنالیں۔اس طرح احمد اور حسام دونوں نے اپنا ایک گروپ بنالیا۔

استاذ نے بچوں سے کہا:

’’تم سب ایسے جانوروں کی تصویریں بناؤ،اوران کے بارے میں معلومات لکھو،جو اب ناپید ہو چکے ہیں۔اس طرح بناؤ کہ گروپ کا ایک بچہ تصویر بنائے اور ایک بچہ اس کے بارے میں معلومات لکھے،اور جو گروپ کامیاب ہوگا،اسے انعام ملے گا۔‘‘

سارے بچے خوشی سے جلدی جلدی اپنا کام شروع کرنے لگے۔احمد اور حسام نے بھی اپنا کام شروع کردیا،اور ڈائناسار جانور کے نام کو چنا۔

حسام نے کہا:

’’احمد آپ تصویر اچھی بنالیتے ہو،اس لیے آپ کو ڈائناسار کی تصویر بنانی چاہیے۔‘‘

احمد نے دو پَن اٹھائے،اور جلدی سے ڈرائنگ بنانا شروع کردی۔لیکن حسام نے اسے کہا:

’’ہمیں اس جگہ ڈرائنگ بنانے کی ضرورت نہیں ہے،آپ صفحہ کے دوسرے کونے پر ڈرائنگ بناؤ۔‘‘

احمد نے حسام کی بات مانی،اور ایک سبز رنگ کے ڈائناسار کی ڈرائنگ بنانا شروع کردی۔حسام نے احمد کو کہا:

’’اس کی ٹانگیں تھوڑی سی لمبی کرو۔‘‘

احمد نے اچھا کہا اور اسی طرح کردیا۔اسی دوران حسام ڈائناسار کے بارے میں لکھ رہا تھا۔تھوڑی

دیر بعد حسام نے احمد سے کہا:

''اس کے پیچھے ایک ڈائناسار کی تصویر بناؤ، تاکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے لڑائی کرتے ہوئے نظر آئیں۔''

احمد نے دوسرے ڈائناسار کی ڈرائنگ بھی بنانا شروع کردی، تاکہ احمد اس کا بھی قصہ لکھے۔ حسام نے کہا کہ اسے یہاں نہ بناؤ، کیونکہ یہ ضروری ہے کہ وہ دونوں لڑتے ہوئے نظر آئیں، اس لیے ساتھ ساتھ بناؤ۔ لیکن اب کی بار احمد نے حسام کی بات کو کوئی توجہ نہ دی۔ احمد اب حسام کے بار بار ٹوکنے سے تنگ آچکا تھا۔ تو حسام نے احمد سے ڈرائنگ پَن چھینا اور خود سے ڈرائنگ بنانا شروع کردی۔ احمد زور سے چلایا:

''یہیں رک جاؤ، ڈرائنگ بنانے کا کام میرا ہے، آپ اپنا کام کرو۔''

حسام نے کہا:

''لیکن دو ڈائناسار کی ڈرائنگ ضروری ہے، تاکہ وہ دونوں کہانی میں ایک دوسرے سے لڑائی کرتے ہوئے نظر آئیں۔ آپ میری بات کیوں نہیں مان رہے؟ آپ صرف ایک ڈرائنگ کرنے والے ہو، آپ کا کام کہانی کے مطابق ڈرائنگ بنانا ہے، آپ وہی کرو جو میں آپ کو کہہ رہا ہوں۔''

احمد نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ڈرائنگ کی تصویر کو چھپالیا۔ یہ دیکھتے ہی حسام نے اپنے رجسٹر پر لکھی کہانی کو چھپالیا۔ استاذ نے اعلان کیا کہ وقت ختم ہونے میں صرف دس منٹ باقی ہیں، شاباش سارے اپنا اپنا کام جلدی ختم کرو۔

احمد اور حسام دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ احمد نے کہا: ''ہم اتنے کم وقت میں اپنا کام پورا نہیں کرسکتے۔'' حسام نے بھی اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا: ''اسی طرح ہمیں انعام بھی نہیں ملے گا۔ لیکن میں دو ڈائناسار کی تصویریں بنانا چاہتا ہوں تاکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے لڑائی کریں۔''

احمد نے اسے یہ کہتے ہوئے تجویز دی:

’’ہم اس ڈرائنگ کو اسی طرح چھوڑتے ہیں،اور دوسرے صفحے پر ایک اور ڈرائنگ بناتے ہیں،اور دو ڈائناسار کی بنائیں گے جو ایک دوسرے سے لڑائی کرر ہے ہوں گے۔‘‘

حسام نے احمد کی بات سے اتفاق کیا اور کہا کہ یہ تو اچھا ہو جائے گا۔احمد نے ایک اور ڈرائنگ بنانا شروع کی،جس میں دو ڈائناسار ایک دوسرے سے لڑائی کرر ہے تھے۔اسی دوران حسام ان کے بارے میں دوبارہ لکھ رہا تھا۔بالآخر احمد اور حسام نے ڈائناسار کی ڈرائنگ اور معلومات لکھنے پر انعام حاصل کرلیا۔وہ دونوں خوشی سے جھومنے لگے،اور ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔ان دونوں کے کامیاب ہونے پر استاذ نے ان دونوں کو انعام دیا۔

پیارے بچو! کبھی بھی اپنی سوچ یا اپنا طریقہ دوسرے پر ڈالنے کی کوشش نہ کرو،اس طرح جب دوسرے کے پاس اپنی سوچ یا اپنا طریقہ ہوگا تو دونوں کے لیے مشکلات بڑھ جائیں گے۔ہر ایک بندہ کا کام کرنے کا اپنا طریقہ اور اپنی سوچ ہوتی ہے۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط36) مفتی طلحہ مدثر

خلع لینے میں خواتین کے اختیارات (چھٹا حصہ)

معزز خواتین! پچھلی اقساط میں ضرورت کے موقع پر خلع لینے سے متعلق، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ کرام کے آثار ذکر کیے گئے، جن سے معلوم ہوا کہ کسی عورت کا بوقتِ ضرورت اپنے شوہر سے خلع لے کر الگ ہوجانے میں شرعی اعتبار سے کوئی گناہ نہیں ہے، بلکہ یہ جائز اور مباح درجہ کا عمل ہے۔

اہلِ علم کی طرف سے جب کسی مسئلہ کا جواز یا مباح ہونا بتلایا جاتا ہے، تو اس اصطلاح کی وجہ سے بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہوجاتے ہیں، کہ جواز یا مباح ہونے کا مطلب یہ ہے، کہ مذکورہ کام شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہے، اس غلط فہمی کی بنا پر وہ اس مسئلہ کے دلائل وغیرہ کو معاشرے میں اس طریقے سے پھلاتے ہیں، کہ معاشرہ تیزی سے اس غلط فہمی سے متأثر ہوجاتا ہے،، اور لوگ جواز کو اس کے درجہ سے بڑھا کر استحباب (پسندیدہ ہونا) تک لے جاتے ہیں اور اس کے منفی نتائج سامنے آنا شروع ہوجاتے ہیں، مثلاً طلاق یا خلع کا مسئلہ ہی لے لیجیے! اگر کوئی طلاق یا خلع کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یا صحابہ کرام کے آثار ذکر کرے، تا کہ ان مسائل سے آگاہی حاصل کی جاسکے، اور اگر کبھی طلاق یا خلع دینے کی نوبت آجائے تو اس کے مسائل اور طریقہ کار سے واقفیت کی بنا پر مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے، معاشرے میں اس کی کثرت یا رواج یا بڑھتا ہوا رجحان شریعت کی نظر میں پسندیدہ اور قابلِ تحسین عمل ہے، چنانچہ بوقتِ ضرورت شریعت طلاق کی اجازت ضرور دیتی ہے، لیکن جس طرح سے موجودہ دور میں طلاق وغیرہ کے واقعات میں ہوش رُبا اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے، اس طرح طلاق کی کثرت شریعت کی نگاہ پسندیدہ نہیں ہے۔

کم علمی، عدمِ برداشت، صبر وتحمل کا فقدان، ملکی سیاسی واقتصادی حالات کی وجہ سے ڈپریشن، وغیرہ بھی طلاق وخلع کے بڑھتے ہوئے واقعات کے بنیادی اسباب ہیں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ،

الیکٹرانک میڈیا کا کردار بھی اس معاملے میں کافی تشویش کا باعث ہے،الیکٹرانک میڈیا کے معاشرے پر پڑنے والے اثرات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں،شرعی نقطۂ نظر سے قطع نظر،کسی دور میں اسی میڈیا کے مناظر کے ذریعہ زیادہ تر،کردارسازی،اقدار کی پاسداری،علاقائی روایات سے وفاداری دکھائی جاتی تھی،جس سے معاشرے پر مثبت اثرات پڑتے تھے،لیکن اب معاملہ بالکل برعکس ہے،اسی میڈیا کے مناظر کے ذریعہ اب زیادہ تر،کردارکشی،اقدار سے لاپروائی،اورروایات سے غداری،بغض،حسد،کینہ،کینہ پروری،انتقامی کارروائی وغیرہ دکھائی جاتی ہے،جس کے نتیجہ میں منفی اثرات کا سامنے آنا لازمی امر ہے،ان تمام اسباب کے بعدرہی سہی کسر covid-19 کی عالمی وبانے نکال دی،اس وبا کی وجہ سے کثیر تعداد میں لوگوں میں ڈپریشن کا تناسب بڑھا،جولڑائی جھگڑے اورطلاق وغیرہ کا اہم سبب ہے،ان تمام حالات کے تناظر میں اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے،کہ کیا ضرورت کے موقع پر طلاق یا خلع کی شرعی اجازت کو جواز بنا کر،ہر چھوٹی،چھوٹی بات پر طلاق کا مطالبہ کرنا شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہے،یا یہ ایک ضرورت کے درجہ کی چیز ہے،جس کو ضرورت کے موقع پر ہی استعمال کرنا چاہیے۔

بلاوجہ طلاق کا مطالبہ یا خلع لینے پر وعید

یہ بات جان لیں! کہ شرعی اعتبار سے طلاق لینا یا خلع حاصل کرنا جائز ضرور ہے،لیکن شرعی اعتبار سے اس کی ترغیب نہیں دی گئی،اور حوصلہ افزائی بھی نہیں کی گئی،بلکہ شرعی اعتبار سے میاں بیوی دونوں کو صبر،تحمل،عفو،درگزر،برداشت اور اپنے حقوق میں فراخ دلی اوراپنی ذمہ داریوں کو حتی الامکان پورا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے،بلکہ زوجین کو ہمیشہ ایسی اخلاقیات کی تعلیم دی گئی،جس سے یہ رشتہ برقراررہے،طلاق ہو یا خلع،دونوں کے اثرات کا تعلق صرف میاں بیوی تک محدودنہیں رہتا،بلکہ آنے والی نسلوں پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں،خاص طور ہمارے معاشرے میں جہاں طلاق یافتہ یا بیوہ خواتین سے شادی کرنے کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے،پھر میاں بیوی میں جدائی کے بعدان کے بچوں سے اپنی ضد،انا اورذاتی مفادات کی ہار،جیت کے لیے جو

فٹ بال کھیلا جاتا ہے، وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے، پھر ایسے ہی بچے بڑے ہوکر اپنے خاندان کے ساتھ جس برتاؤ کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ بھی سب کے مشاہدہ میں ہے، الا ماشاء اللہ، ایسی اوراس جیسی اور بہت سی خرابیوں کے پیشِ نظر ہی بلا وجہ خلع لینے یا طلاق کا مطالبہ کرنا شرعاً سخت ناپسندیدہ ہے، چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ" (مسند احمد، رقم الحديث22379)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو عورت بھی اپنے خاوند سے بغیر کسی وجہ کے طلاق کا مطالبہ کرے، تو جنت کی خوشبو اُس پر حرام ہے'' (مسند احمد)

مذکورہ حدیث متعدد کتبِ حدیث میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ [1]

جبکہ بعض روایات میں طلاق کے بجائے خلع کا لفظ ہے، چنانچہ سنن ترمذی کی روایت میں ہے

وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ لَمْ تَرِحْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ (ترمذی، أبواب الطلاق واللعان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في المختلعات، رقم الحديث1186)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو عورت بھی اپنے خاوند سے بغیر کسی وجہ کے خلع حاصل کرتی ہے، وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گی'' (ترمذی)

مذکورہ حدیث میں بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورت کے لیے شدید وعید کا ذکر کیا گیا ہے، وہ خواتین جو شوہر کی طرف سے ذرا سی ناچاکی یا خلافِ مزاج بات پیش آجانے پر طلاق کا مطالبہ کرنا شروع کردیتی ہیں، ایسی خواتین کو مذکورہ وعید پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

(جاری ہے............)

[1] سنن ترمذی، رقم الحديث 1187، سنن ابو داؤد 2226، سنن ابن ماجه 2055، صحيح ابن حبان 4184، مستدرك على الصحيحين للحاكم 2809، سنن دارمی 2316

اللہ اوراس کے رسول سے محبت کی عظیم الشان فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اوراس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول قیامت کب واقع ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ اوراس کے رسول کی محبت، اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ (قیامت وآخرت میں) اسی کے ساتھ ہوں گے، جس سے آپ محبت رکھتے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کے بعد ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے زیادہ خوشی اور کسی چیز سے نہیں ہوئی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ آپ اس کے ساتھ ہوں گے، جس سے محبت رکھیں گے۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ میں اللہ اوراس کے رسول سے اور ابوبکر اور عمر سے محبت رکھتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں (قیامت وآخرت میں) انہی کے ساتھ ہوں گا، اگرچہ میرا عمل ان کے اعمال جیسا نہیں ہے (مسلم، حدیث 2639 ’’163‘‘)

www.idaraghufran.org

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سب سے زیادہ مبغوض وناپسندیدہ تھا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ، وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُوْرِ، وَهُمَا فِي النَّارِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سچ کو لازم پکڑلو، کیونکہ یہ بر (یعنی نیکی اور بھلائی) کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ دونوں جنت میں ہوں گے، اور تم جھوٹ سے بچو، کیونکہ یہ گناہوں کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ دونوں جہنم میں ہوں گے

(ابنِ حبان، حدیث 5734)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

مَا كَانَ خُلُقٌ أَبْغَضَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَذِبِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَكْذِبُ عِنْدَهُ الْكَذْبَةَ، فَمَا تَزَالُ فِيْ نَفْسِهٖ حَتّٰى يَعْلَمَ اَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ مِنْهَا تَوْبَةً (ابنِ حبان، رقم الحديث 5736)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی (بُری) عادت مبغوض وناپسندیدہ نہیں تھی، اور جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی جھوٹ بولتا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس جھوٹ کا اثر اس وقت تک قائم رہتا تھا، جب تک کہ یہ معلوم نہیں ہوجاتا تھا کہ اس نے جھوٹ سے توبہ کرلی ہے (ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

دوسروں کو ہنسانے کے لیے غلط اور جھوٹی بات بیان کرنا

حضرت حیدہ بن قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

وَیْلٌ لِلَّذِیْ یُحَدِّثُ بِالْحَدِیْثِ لِیُضْحِکَ بِهِ الْقَوْمَ فَیَکْذِبُ، وَیْلٌ لَهٗ وَیْلٌ لَهٗ (سنن الترمذی، رقم الحدیث 2315)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ویل (تباہی) ہے اُس شخص کے لئے جو کوئی جھوٹی بات لوگوں کو ہنسانے کے لئے کرے، اُس کے لئے ویل ہے، اُس کے لئے ویل ہے (ترمذی)

ویل درحقیقت جہنم کے انتہائی ذلت آمیز اور شدید عذاب کو کہا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہنسانے اور خوش کرنے کی غرض سے جھوٹ بولنے والے کے لئے تین مرتبہ ویل کے عذاب کی وعید سنائی۔

اس لیے لوگوں کو ہنسانے اور خوش کرنے کے لیے جھوٹی، غلط اور خلافِ حقیقت باتوں کو بیان کرنا، اور دوسرے پر طنز کرنا اور اس کا مذاق اڑانا، شرعاً جائز عمل نہیں۔

اور حدیث کی رُو سے ایسا عمل خطرناک اور تباہی والا ہے، جن کی سزا بعض دفعہ دنیا میں بھی ملتی ہے۔

www.idaraghufran.org

بے حیائی اور فحش گفتگو، اللہ عزوجل کو انتہائی ناپسند ہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ والْمُتَفَحِّشَ .وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لاَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَظْهَرَ الْفُحْشُ والتَّفَحُّشُ، وسُوْءُ الْجِوَارِ، وقَطِيْعَةُ الْأَرْحَامِ، وحَتّٰى يُخَوَّنَ الْأَمِيْنُ، ويُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث 14507)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ عزوجل، فحش کام کرنے والے اور فحش باتیں کرنے والے کو انتہائی ناپسند رکھتا ہے، اور قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ فحش گوئی اور اس کو بتکلف اختیار و پسند کرنا، اور بُری ہمسائیگی و پڑوس اور قطع رحمی عام نہ ہوجائے اور یہاں تک کہ امانت دار کو خائن قرار نہ دیا جائے، اور خائن کو امانت دار قرار نہ دیا جائے (طبرانی، مسنداحمد)

آج قیامت کی ان علامات کا کثرت سے ظہور ہورہا ہے، چنانچہ بے حیائی اور فحش گوئی ایک پسندیدہ مشغلہ بنتا جارہا ہے، جو کہ انتہائی قبیح عمل ہے، اور ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بھی سخت ناپسند رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نجات عطاء فرمائے اور حفاظت فرمائے۔ آمین

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

تکفیرِ شیعہ کا حکم

سوال:

کیا تمام اہلِ تشیع، کافر ہیں، یا نہیں؟

اور ''شیعہ اثنا عشری'' کی تکفیر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ سنا ہے کہ یہ لوگ قرآن مجید میں تحریف کے قائل ہیں۔

باحوالہ جواب درکار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:

صورتِ مسئولہ میں ہمارے نزدیک، وہی موقف راجح ہے، جو مندرجہ ذیل عبارات میں مذکور ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

شیعوں میں اس قدر مختلف فرقے ہوئے ہیں اور ہیں کہ ہر ایک کے عقائد وخیالات کا احاطہ دشوار ہے، پھر ہر فرقے کی کتابیں مختلف خیالات واستدلالات سے پُر ہیں، اس لیے ہمارے اکابر نے بنظرِ احتیاط موجودہ شیعوں پر کوئی مستقل حکم کرنے سے اس وقت تک احتراز کیا ہے، جب تک اس کا خاص عقیدہ معلوم نہ ہوجاوے، خواہ تفصیلاً، یا یہ کہ'' میں ان تمام عقائد کا پابند ہوں، جو فلاں فرقے کی فلاں کتاب میں مذکور ہیں''۔

بغیر اس کے ہر شیعہ پر پچھلے شیعوں کی خرافات کو لازم کردینا، یقیناً احتیاط کے خلاف ہے۔

شیعوں کی کتابوں میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ بے شک مذکور ہے، مگر موجودہ ہر شیعہ پر بر بناءِ مذکور، یہ از خود لازم نہیں کیا جاسکتا، جب تک وہ اس کی تصریح نہ کرے۔

اور اگر وہ انکار کرتا ہے، خواہ تقیہ ہی سے سہی، تو ہمارے لیے چارہ نہیں کہ ہم اس کے قول وفعل کا اعتبار کریں، تقیہ ونفاق کا تعلق قلب سے ہے، اس کے ہم ذمہ دار نہیں۔

www.idaraghufran.org

بناءً علیہ ہم تمام شیعوں پر حکم، کفر کا نہیں کر سکتے، ہاں جس کے متعلق تحقیق ہو جاوے کہ وہ تحریفِ قرآن کا قائل ہے، یا اور کسی امر کا ضروریاتِ دین اور قطعیات میں سے منکر ہے، تو اس کو کافر کہنے میں تامل نہیں۔

اب جو فرقہ ضروریاتِ دین کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہے، وہ فرقِ اسلامیہ سے خارج ہے، اور جو ایسا نہیں، وہ ان بہتّر (72) فرقوں میں داخل ہے، جس کا ذکر حدیث میں ہے۔ واللّٰہ اعلم۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ۔ دارالعلوم دیوبند۔۱۶/۲/۱۳۶۱ھ۔ (فتوی نمبر۷۰/۳)

(امداد المفتیین جامع، جلد۱، ص۵۶۳ و ۵۶۴، کتاب الایمان و العقائد، باب احکام الکفر، فصل فی الفرق الباطلۃ، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید: اگست 2018ء)

مذکورہ فتوے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اہلِ تشیع کے متعلق تفصیل و تقسیم بیان فرما دی، اور یہ بھی واضح فرما دیا کہ اہلِ تشیع میں بہت زیادہ فرقے ہوئے ہیں، اور اب بھی موجود ہیں، جن کے عقائد و خیالات کا احاطہ دشوار ہے۔

اور جب ایسا ہے، تو ظاہر ہے کہ سب پر یکساں حکم لگانا بھی درست نہیں۔

بعض اگر کفر تک پہنچے ہوئے ہیں، تو بعض کفر تک نہیں پہنچے ہوئے، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اور بعض دوسرے محدثین نے بعض احادیث و روایات ایسے اہلِ تشیع راویوں سے بھی لی ہیں، جو مسلمان اور سچے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا کہ:

’’شیعوں کی کتابوں میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ بے شک مذکور ہے، مگر موجودہ ہر شیعہ پر بر بناءِ مذکور، یہ از خود لازم نہیں کیا جا سکتا، جب تک وہ اس کی تصریح نہ کرے‘‘۔

ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔

شیعوں کی طرف ’’تحریفِ قرآن‘‘ کا جو عقیدہ منسوب کیا جاتا ہے، اس کا بے شک بعض اہلِ تشیع کی کتابوں میں ذکر موجود ہے، جس کے بعض بزرگوں نے اپنی کتابوں میں حوالہ جات و عبارات بھی

درج کی ہیں، لیکن بہت سے محققینِ شیعہ نے اس عقیدے کی سخت تردید کی ہے۔
اور متعدد محققینِ اہل السنۃ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔
چنانچہ امام فخرالدین رازی ''تفسیر الکبیر'' میں فرماتے ہیں کہ:

احتج القاضی بقوله :إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون على فساد قول بعض الإمامية فی أن القرآن قد دخله التغيير والزيادة والنقصان(التفسير الكبير،لفخر الدين الرازی،ج۱۹،ص۱۲۴،سورة الحجر)

ترجمہ: قاضی نے اللہ تعالیٰ کے قول ''**انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون**'' کے ذریعے سے بعض ''امامیہ'' کے اس قول کے فاسد ہونے کی دلیل پکڑی ہے کہ قرآن میں ''تغییر'' اور ''کمی وزیادتی'' داخل ہوگئی ہے(تفسیر الکبیر)

یہی بات صاحبِ ''روح المعانی'' نے بھی اپنی تفسیر میں ذکر فرمائی ہے۔ [1]
اس سے معلوم ہوا کہ ''تحریفِ قرآن'' کا عقیدہ، بعض شیعہ ''امامیہ'' کا ہے، نہ تو تمام شیعوں کا ہے، اور نہ ہی تمام ''شیعہ اثنا عشریہ'' کا یہ عقیدہ ہے۔
اور ''امامیہ'' سے مراد ''شیعہ اثنا عشری'' ہیں۔ [2]

نعمان بن محمد آلوسی بغدادی (المتوفیٰ:1317ہجری) نے اپنی تالیف ''**الجوابُ الفسیح لما لفقہٗ عبدالمسیح**'' میں، قرآن مجید کے اندر تحریف وغیرہ ہونے کے قول کو بعض ''امامیہ'' کی طرف منسوب کیا ہے، اور ''جمہور علمائے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ'' کے بارے میں فرمایا کہ ان کے نزدیک قرآن مجید ''تغییر اور تبدیل'' وغیرہ سے محفوظ ہے، اس سلسلے میں انہوں نے متعدد مستند علمائے شیعہ کے حوالہ جات اور عبارات بھی نقل فرمائی ہیں، جن میں تفسیر ''روح المعانی'' کی ایک عبارت بھی شامل ہے۔ [3]

---

[1] واحتج القاضی بالآیة على فساد قول بعض من الإمامية لا يعبأ بهم إن القرآن قد دخله الزيادة والنقصان(روح المعانی فی تفسير القرآن،ج۷،ص۲۶۳،سورة الحجر)

[2] الاثنا عشرية :أي الإمامية(رد المحتار على الدر المختار،ج۱،ص۵۴۸،كتاب الزكاة)

[3] وأما ما عليه جمهور علماء الشيعة الإمامية الاثنى عشرية أن القرآن المجيدة محفوظ عن التغيير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

برِصغیر کی معروف علمی شخصیت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی (المتوفیٰ: 1308ھ) نے بھی اسی بات کی مدلل و مفصل وضاحت فرمائی ہے، جو اِن کی مشہورِ زمانہ تالیف ''اظہارُ الحق'' میں موجود ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والتبديل، والموجود الآن هو الذى انزل على سيد ولد عدنان من غير زيادة ولا نقصان، واما من زعم منه غير هذا فقولهٔ مردود، غير مقبول عندهم ايضاً.

قال الشيخ الصدوق أبو جعفر محمد بن على بن بابويه الذى هو من أعظم علماء الإمامية الاثنى عشرية فى رسالته الاعتقادية ما عبارتهٔ: (اعتقادنا فى القرآن أن القرآن الذى أنزل الله تعالى على نبيه عليه الصلاة والسلام هو ما بين الدفتين وهو ما فى أيدى الناس ليس بأكثر من ذلك ومبلغ سوره عند الناس مائة وأربعة عشر سورة وعندنا والضحى وألم نشرح سورة واحدة ولإيلاف وألم تر سورة واحدة ومن نسب إلينا أنا نقول أنه أكثر من ذلك فهو كاذب) انتهى.

وفى تفسير مجمع البيان الذى هو تفسير معتبر عند الشيعة: ذكر السيد الأجل المرتضى علم الهدى ذو المجد أبو القاسم على بن الحسين الموسوى أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مجموعاً مؤلفاً على ما هو الآن واستدل على ذلك بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلك الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة فى حفظهم وأنه كان يعرض على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ويتلى عليه وأن جماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عدة ختمات، وكل ذلك بأدنى تأمل يدل على أنه كان مجموعاً مرتباً غير منشور ولا مبثوث، وذكر أن من خالف من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فإن الخلاف مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخباراً ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته. انتهى.

وقال السيد المرتضى أيضاً: إن العلم بصحة القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث والوقائع العظام المشهورة وأشعار العرب المسطورة، فإن العناية اشتدت والدواعى توفرت على نقله وبلغت الى حدٍ لم تبلغ إليه فيما ذكرناه، لأن القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فى حفظه وعنايته الغاية حتى عرفوا كل شيء فيه من إعرابه وقرائته وحروفه وآياته فكيف يجوز أن يكون مغيراً أو منقوصاً مع العناية الصادقة والضبط الشديد. انتهى.

وقال القاضى نور الله الشوسترى الذى هو من علمائهم المشهورين فى كتابه المسمى بمصائب النواصب، ما عبارتهٔ: ما نسب إلى الشيعة الإمامية بوقوع التغير فى القرآن ليس مما قال به جمهور الإمامية إنما قال به شرذمة قليلة منهم لا اعتداد بهم فيما بينهم. انتهى.

وقال الملا صادق فى شرح الكلينى ما لفظهٔ: يظهر القرآن بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانى عشر ويشهر به. انتهى.

وقال محمد بن الحسن الحر العاملى الذى هو من كبار المحدثين فى الفرقة الإمامية فى رسالة كتبها فى رد بعض معاصريه ما عبارتهٔ بالفارسية: هر كسيكه تتبع أخبار وتفحص تواريخ وآثار نموده بعلم يقينى ميداندكه قرآن درغايه وأعلى درجة تواتر بوده، وآلاف صحابة حفظ ونقل ميكردندآن را ودر عهد رسول خدا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مجموع ومؤلف بود. انتهى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ وہ مذکورہ کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فظهر أن المذهب المرضىٰ المحقق عند علماء الفرقة الإمامية أن القرآن الذى انزل على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هو ما بين الدفتين وهو ما فى أيدى الناس ليس بأكثر من ذلك، وأنه كان مجموعاً مؤلفاً فى عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وحفظه ونقله ألوف من الصحابة وجماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى عليه الصلاة والسلام عدة ختمات وأنهٔ يظهر القرآن ويشتهر بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانى عشر رضى الله تعالىٰ عنه والشرذمة الندرة قالت بوقوع التغيير لا اعتداد بها، و قد رد العلماء اقوالها و الأخبار الضعيفة لا يرجع عليها عن المعلوم المقطوع بصحته و هذا حق لأن خبر الواحد إذا اقتضى علماً ولم يوجد فى الأدلة القاطعة ما يدل عليه وجب رده، على ما صرح به ابن المطهر الحلى فى كتابه المسمى "بمبادء الوصول إلى علم الأصول"، وقد قال الله تعالى: إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون. وفى تفسير الصراط المستقيم الذى هو تفسير معتبر عند علماء الشيعة "أى إنا لحافظون له من التحريف والتبديل والزيادة والنقصان". انتهى .

و قال الوالد عليه الرحمة "وزعم بعض الشيعة أن عثمان بل ابا بكر و عمر ايضاً اسقطوا بعضا من آياته و لما تفطن به علمائهم ردوه و منهم الطبرسى فى مجمع البيان حيث قال أما الزيادة فى القرآن فجمع على بطلانها، وأما النقصان فقد روى عن قوم من أصحابنا وقوم من حشوية العامة والصحيح خلافه وهو الذى نصره المرتضى واستوفى الكلام فيه غاية الاستيفاء فى جواب المسائل الطرابلسيان، وذكر فى مواضع أن العلم بصحة نقل القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار والكتب المشهورة، وأشعار العرب المسطورة، فإن الغاية اشتدت والدواعى توفرت على نقله وحراسته وبلغت إلى حد لم تبلغه فيما ذكرناه لأن القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فى حفظه وحمايته الغاية حتى عرفوا كل شىء اختلف فيه من إعرابه وقرائته وحروفه وآياته فكيف يجوز أن يكون مغيرا أو منقوصا الى العناية الصادقة والضبط الشديد، وقال أيضا: إن العلم بتفصيل القرآن وأبعاضه فى صحة نقله كالعلم بجملته وجرى ذلك مجرى ما علم ضرورة من الكتب المصنفة ككتاب سيبويه والمزنى فإن أهل العناية بهذا الشأن يعلمون من تفصيلها ما يعلمونه من جملتها حتى لو أن مدخلا أدخل فى كتاب سيبويه بابا من النحو ليس من الكتاب لعرف وميزانه ملحق وأنه ليس من أصل الكتاب وكذا القول فى كتاب المزنى ومعلوم أن العناية بنقل القرآن وضبطه أصدق من العناية بضبط كتاب سيبويه ودواوين الشعراء .

وذكر أيضا أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مجموعا مؤلفا على ما هو عليه الآن .واستدل على ذلك بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلك الزمان وأنه كان يعرض على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ويتلى عليه وأن جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم عدة ختمات وكل ذلك يدل بأدنى تأمل على أنه كان مجموعا مرتبا غير مثبور ولا مبثوث، وذكر أن من خالف ذلك من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فإن الخلاف فى ذلك مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخبارا ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع بصحته انتهى (الجوابُ الفسيح لما لفقهٔ عبدالمسيح، المجلد الثانى، ص ۱۳۴ الى ۱۳۷ ،كلام النصرانى فى كتابة القران بعد موت النبى، الفصل الثانى، مطبوعة: دار البيان العربى بالقاهرة، تاریخِ طبع: 1978ء)

www.idaraghufran.org

”تحقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید، تمام اثنا عشری علماء کے نزدیک تغیر وتبدل سے محفوظ ہے، اور اگر کوئی شخص قرآن میں کسی کمی اور نقصان کا دعویٰ کرتا ہے، تو اس کا قول ان علماء اثنا عشری کے نزدیک مردود اور نا قابلِ قبول ہے۔

(1)......محمد بن علی بابویہ کی شہادت:

چنانچہ شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن علی بابویہ، جو علمائے امامیہ اثنا عشریہ میں بڑے پایہ کے علماء میں سے ہیں، اپنے رسالہ ”الاعتقادية“ میں کہتے ہیں:

ہمارا عقیدہ قرآن کی نسبت یہ ہے کہ وہ قرآن، جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا، وہ یہی موجودہ قرآن ہے، جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے، البتہ اس کی سورتوں کی تعداد، لوگوں کے نزدیک 114 ہے، مگر ہمارے نزدیک سورۃ ”والضحیٰ“ اور ”الم نشرح“ مجموعی طور پر ایک سورۃ ہیں، اسی طرح ”لایلاف“ اور ”الم تر کیف“ دونوں مل کر ایک سورۃ ہیں، اور جو شخص ہماری جانب یہ قول منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زائد ہے، وہ جھوٹا ہے“۔

(2)......سید مرتضیٰ کی شہادت:

تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کی نہایت معتبر تفسیر ہے، اس میں سید مرتضیٰ **ذو المجد علم الهدیٰ** ابوالقاسم علی بن حسین موسوی نے ذکر کیا ہے کہ:

”قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بالکل اسی طرح، جیسا کہ آج ہے، مجموعے کی صورت میں موجود تھا“۔

اپنے اس دعوے پر علامہ موصوف نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن اس زمانے میں پڑھا اور پڑھایا جاتا تھا، اور پورا زبانی یاد کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک پوری جماعت کی نشان دہی کی ہے، نیز یہ کہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دُہرایا جاتا تھا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نے، جن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب

www.idaraghufran.org

رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں، متعدد مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کافی قرآن ختم کیے، یہ سب چیزیں اس امر کی شاہد ہیں کہ قرآنِ کریم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں باقاعدہ طور پر مجموعے کی شکل میں موجود اور مرتب تھا، متفرق اور منتشر ہرگز نہیں تھا۔
یہ بھی کہتے ہیں کہ فرقۂ امامیہ، یا حشویہ، جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ قطعی قابلِ اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس خلاف کا منشاء بعض محدثین کی ضعیف روایتیں ہیں، جن کو انہوں نے صحیح سمجھ کر نقل کردیا ہے، اس قسم کی روایتوں کی ان روایتوں کے مقابلے میں کوئی بھی حیثیت نہیں ہے، جن کی صحت قطعی اور یقینی ہے۔

(3)......سید مرتضٰی ہی کی دوسری شہادت:

سید صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ:
''قرآن کی صحت کا علم و یقین اس درجے کا ہے، جس طرح دنیا کے بڑے بڑے شہروں، یا عظیم الشان حوادث اور مشہور واقعات، یا اہلِ عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین، کیونکہ قرآن کی نقل وروایت کی جانب شدید توجہ کی گئی ہے، اور اس کی حفاظت کے بکثرت اسباب موجود تھے، کیونکہ قرآن، نبوت کا معجزہ اور علومِ شرعیہ، احکامِ دینیہ کا مآخذ ہے، اور مسلمان علماء نے اس کے حفظ کرنے میں اور اس کی جانب توجہ کرنے میں انتہاء کردی ہے۔
یہاں تک کہ قرآن کی ہر ہر چیز، مثلاً اس کے اعراب اور قرائتوں، حروف وآیتوں تک کی پوری پوری معرفت حاصل کی، پھر اس قدر شدید اہتمام وتوجہِ تام کے بعد، کیونکر یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ اس میں تغیر وتبدل ہو، یا کمی بیشی ہو''۔

(4)......قاضی نوراللہ شوستری کی شہادت:

قاضی نور اللہ شوستری، جو شیعہ علماء میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''**مصائبُ النواصب**'' میں یوں کہا ہے کہ:
''فرقۂ شیعہ امامیہ کی طرف جو یہ نسبت کی جاتی ہے کہ وہ قرآن کے محرف ہونے کے

www.idaraghufran.org

قائل ہیں، سو جمہور شیعہ کی طرف اس کی نسبت ہرگز درست نہیں ہے، یہ بات ایسے قلیل التعداد، نا قابلِ اعتبار لوگوں کی ہے، جن کی کوئی قیمت و پوزیشن شیعوں میں نہیں ہے''۔

(5)......ملا صادق کی شہادت:

(شیعہ کے مشہور عالم اور''الکافی'' کے مصنف) ملا صادق نے''کلینی'' کی شرح میں لکھا ہے کہ:

''قرآن اُسی موجودہ ترتیب کے ساتھ بارھویں امام کے ظہور کے وقت، ظاہر اور مشہور ہوگا''۔

(6)......عاملی کی شہادت:

محمد بن حسن حر عاملی نے، جو فرقۂ امامیہ کے جلیل القدر محدث ہیں، اپنے ایک رسالے میں بعض معاصرین کا رَد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''جو شخص واقعات اور تواریخ کی چھان بین کرے گا، وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ قرآن تواتر کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا ہوا ہے، ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو حفظ کرتے اور نقل کرتے تھے، اور عہدِ رسالت میں وہ جمع اور مدون ہو چکا تھا''۔

ان گزشتہ شہادتوں سے پورے طور پر یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ محققین علمائے شیعہ کا صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ قرآن، جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا، وہ بالکل وہی ہے، جو اس زمانے میں مجموعے کے طور پر لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، اس سے زائد بالکل نہیں ہے، اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں جمع اور مدون ہوگیا تھا، اور ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو یاد اور نقل کیا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی جماعت نے، جن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن سنایا، اور بارھویں امام کے ظہور کے وقت بھی قرآن اسی ترتیب کے ساتھ ظاہر اور مشہور ہوگا۔

اور جو قدرے قلیل شیعہ حضرات اس میں تغیر وتبدل وتحریف کے قائل ہیں، ان کا قول باطل اور مردود ہے، خود شیعوں میں وہ لائقِ اعتبار نہیں ہیں۔

www.idaraghufran.org

اور جو بعض ضعیف روایتیں، تحریف کی نسبت ملتی ہیں، وہ ان قطعی اور یقینی روایات کے مقابلے میں قطعی اور کوئی اعتبار نہیں رکھتیں، جو قرآن کے محفوظ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اور یہ بات ہے بھی درست، اس لیے کہ خبرِ واحد اگر کسی علم کی موجب ہو، لیکن یقینی دلائل میں کوئی چیز اس پر دلالت کرنے والی نہ ہو، تو اس کا رَد کرنا واجب ہے، چنانچہ اس کی تصریح ابنِ مطہرالحلی نے اپنی کتاب ''**مبادئ الوصول الی علم الاصول**'' میں خوب اچھی طرح کی ہے، اور خود قرآنی شہادت ''**إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ**'' کی تفسیر میں علماءِ شیعہ کی سب سے معتبر ''صراطِ مستقیم'' میں کہا گیا ہے کہ:

''یعنی ہم قرآن کی حفاظت کریں گے، تحریف اور تبدیل سے، کمی اور بیشی سے''۔

(بائبل سے قرآن تک ''اظہارالحق'' کا اردو ترجمہ، ج۳ ص۹ تا ۱۴، ترجمہ: مولانا اکبر علی صاحب، شرح وتحقیق: مولانا مفتی محمد تقی عثانی صاحب، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: 1998ء)

''تحریفِ قرآن'' کے عقیدے کو تمام اہلِ تشیع کی طرف منسوب کرنے کی نفی حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ (فاضلِ دارُالعلوم دیو بند، اور سابق شیخ الحدیث دارُالعلوم دیو بند) نے بھی فرمائی ہے۔

چنانچہ وہ اپنی مایہ ناز تالیف ''علومُ القرآن'' میں ''شیعہ اور تحریفِ قرآن'' کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مستشرقین جب ہر طرح قرآن کی تحریف ثابت کرنے سے عاجز آ گئے، تو بڑے زور شور سے یہ لکھ دیا کہ مسلمانوں کا بڑا فرقہ تحریفِ قرآن کا قائل ہے، اور وہ شیعہ ہے، اور اس انداز سے لکھا کہ گویا تحریفِ قرآن شیعوں کا مسلّم عقیدہ ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، شیعوں کا مذہب وہی ہے، جو سنیوں کا ہے کہ قرآن مکمل طور پر محفوظ ہے، اور اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہوئی، جس کے لیے شیعوں کی متعدد کتابوں کے حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

(1)......شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابو یہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں:

”ما بین الدفتین لیس بأکثر من ذٰلک و من نسب الینا انه اکثر فھو کاذب“.

”جو کچھ قرآن کی ان دوجلدوں میں ہے،قرآن اس سے زیادہ نہیں،اور جس نے ہم کو یہ منسوب کیا کہ وہ زیادہ ہے،وہ جھوٹا ہے“۔

(2)......تفسیر مجمع البیان ابوالقاسم علی بن الحسین الموسوی میں ہے:

”ان القرآن علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم مجموعا مولفا علی ما ھو الآن، و ذکر أن من خالف من الامامیة والحشویة لا یعتبر بخلافھم لأنھم قبلوا الاخبار الضعیفة“.

”قرآن،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا،جیسا کہ اب ہے،جو امامیہ اور حشویہ اس کے خلاف ہیں،ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا،کیونکہ انہوں نے ضعیف خبروں کو قبول کیا ہے۔

(3)......سید مرتضیٰ شیعی لکھتے ہیں:

”ان العلم بصحة القرآن کالعلم باالبلدان و الوقائع الکبار“.

”موجودہ قرآن کی صحت کا علم ایسا یقینی ہے،جیسے مشہور شہروں کی موجودگی کا علم اور بڑے بڑے واقعاتِ تاریخیہ کا علم“۔

(4)......قاضی نوراللہ الشوستری الشیعی ”مصائب النواصب“ میں لکھتے ہیں:

”ما نُسب الی الشیعة الامامیة بوقوع التغیر فی القرآن لیس مما قال به جمھور الامامیة وانما قال به شرذمة قلیلة منھم لا اعتداد بھم و قال الملا صادق فی شرح الکلینی مظھر القرآن بھٰذا الترتیب عند ظھور الامام الثانی عشر“.

”جو بات امامیہ شیعوں کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر مانتے ہیں،یہ جمہور امامیہ کا قول نہیں،بلکہ جھوٹے گروہ کا قول ہے،جن کا اعتبار نہیں،ملا صادق شرح

کلینی میں لکھتے ہیں کہ قرآن کو اسی ترتیب کے ساتھ بارہویں امام ظاہر فرمادیں گے۔

(5)......محمد بن الحسن الحرالعاملی جوشیعہ امامیہ کے بڑے محدثین میں سے ہیں، اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں، جوانہوں نے کسی ہم عصر عالم کے رَد میں لکھا ہے کہ:

''ہر کسے تتبع اخبار تفحص تواریخ وآ ثار نمودہ بعلم یقینی میداند کہ قرآن درغایت درجہ تواتر وہ بودہ وآ لاف صحابہ ضبط ونقل کردہ وآں درعہدِ رسول اللہ مجموع ومولف بودہ''۔

(ترجمہ) جس نے بھی اخبار وآ ثارِ تواریخ کی جستجو کی، وہ یقیناً جانتا ہے کہ قرآن موجودہ انتہائی تواتر کے ساتھ ثابت ہے، اور ہزار ہا صحابہ نے اس کو نقل وضبط کیا ہے، اور وہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا۔

(6)......فروع کافی کتاب الروضۃ ص ۸۵ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"هو كتاب كريم فضلهٔ و وفصلهٔ و بينهٔ و أوضحهٔ و أعزهٔ و حفظهٔ من أن ياتيه الباطل بين يديه".

''قرآن معزز کتاب ہے، جس کو اللہ نے فضیلت اور بزرگی بخشی ہے، اور اس کو باطل کی آمیزش سے محفوظ کیا ہے۔

(7)......شیخ صدوق رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں:

"القرآن المنزل وما بايدى الناس واحد لا زيادة فيه ولا نقصان".

''نازل شدہ قرآن اور جو قرآن لوگوں کے ہاتھ میں ہے، ایک ہے، جس میں کمی بیشی نہیں''۔

ان مستند حوالہ جاتِ شیعہ کے بعد یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ شیعہ میں چند نا قابلِ اعتبار افراد کے سوا کوئی بھی تحریف، یا قرآن میں کمی بیشی ہونے کا قائل نہیں۔

مزید تفصیل نعمان (بن محمد) آلوسی کی کتاب ''**الجواب الفسيح لما لفقه عبدالمسيح** ''میں ملاحظہ کی جائے، قرآنِ حکیم تحریری اور دماغی دونوں طرح محفوظ ہے، اور الفاظِ قرآن اور مطالبِ قرآن دونوں معجزہ ہیں'' (علوم القرآن، ص ۱۳۴ الیٰ ۱۳۶،

www.idaraghufran.org

شائع کردہ: المکتبۃ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، لاہور)

مذکورہ حوالہ جات وعبارات سے معلوم ہوا کہ اہلِ تشیّع کا مضبوط مذہب یہی ہے کہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے بھی شیعہ اور اس کے بھی اثنا عشری فرقہ کی علی الاطلاق، تکفیر سے برملا اختلاف کا اظہار فرمایا ہے، اور تمام اساتذۂ دیوبند و جماعتِ دیوبند کا یہی موقف ہونے کی تصریح بھی فرمائی ہے۔

چنانچہ موصوف اپنے ایک مکتوب میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> تکفیرِ شیعہ کے بارے میں، جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے، تمام جماعت (دیوبند) کا مسلک یہی ہے کہ علی الاطلاق فرقۂ شیعہ کی تکفیر یہاں سے کبھی نہیں کی گئی، بلکہ صرف انہی شیعوں کی تکفیر کی گئی ہے، جو قطعیات اور ضروریاتِ دین کے منکر ہیں۔
>
> میں نے آپ کے تحریر فرمانے پر دارُالافتاء میں جا کر فتویٰ تلاش کیا، تو 19 صفر 1348ھ میں مولانا ریاض الدین صاحب کا فتویٰ رجسٹر میں درج نکلا، مگر اس میں پورے فرقہ کی تکفیر نہیں ہے، بلکہ منکرِ صحابیت وصدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، قاذفِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، قائلِ تحریفِ قرآن کی تکفیر کی گئی ہے، اسی فتویٰ پر آپ کے اور تمام اساتذۂ دارالعلوم کے دستخط ہیں۔
>
> لکھنؤ جاتے ہوئے میں نے قصد کیا کہ دارالمبلغین میں بھی تحقیق کروں، چنانچہ کی گئی، وہاں کوئی مخطوط فتویٰ تو ملا نہیں، مطبوعہ فتویٰ ملا، اس میں مولانا ریاض الدین صاحب کے دستخط سے بعینہٖ وہی عبارت مطبوعہ ہے، جو یہاں دارالافتاء میں 19 صفر 1348ھ والے فتویٰ میں درج ہے، جس سے واضح ہے کہ یہاں کے اکابر نے جماعتی حیثیت سے فرقۂ شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، صرف منکرینِ ضروریاتِ دین کی تکفیر کی ہے، ممکن ہے کہ عدالت میں یہی مطبوعہ فتویٰ آپ کو دکھلایا گیا ہو۔............والسلام۔محمد

www.idaraghufran.org

طیب، از دیوبند، 19/01/1373ھ

فتویٰ جو یہاں دارالافتاء سے گیا ہے، ارسال ہے، جس میں صرف منکرِ قطعیات کی تکفیر کی گئی ہے، اگر کسی جگہ علی الاطلاق تکفیرِ شیعہ کی گئی ہو، تو وہ کوئی شخصی فتویٰ ہوگا، جماعتِ دیوبند کی ترجمانی نہ ہوگی، اور ضرور ہے کہ جماعت کے کسی بڑے عالم نے اس پر استدراک کیا ہوگا، اوراس کی تصحیح کردی ہوگی۔ محمد طیب۔

نقل مطابق اصل نمبر ۲۴۶، مورخہ ۱۹صفر ۱۳۴۸ھ، آمدہ بنام مولوی عبدالسلام، ساکن لکھنوٴ، متعلم دارالعلوم دیوبند۔

سوال:

شیعہ اثناعشری مسلمان ہیں، یا کافر، اوران کے ساتھ مناکحت جائز، اوران کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں، ان کا چندہ مسجد میں لینا، اوران کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب:

شیعوں کا فرقہ جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قذف کریں، تہمت نعوذ باللہ لگائیں، کافر ہے۔

قال العلامة الشامي :أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة.

جو کلامُ اللہ کی تحریف کا قائل ہو، وہ مرتد ہے، کافر ہے، اہلِ کتاب بھی نہیں، ان سے مناکحت اورتعلقات رکھنا حرام ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آبائهم أو أبنائهم أو إخوانهم أو عشيرتهم.“

شادی اورغمی کی شرکت ہرگز نہ کی جائے، ایسے عقیدے کے شیعہ کافر ہی نہیں، بلکہ اکفر ہیں۔ فقط۔

نوٹ: یہ فتویٰ حضرت مفتی ریاض الدین صاحب کے زمانے کا ہے، رجسٹر نقل فتاویٰ پر کسی مفتی کے دستخط نہیں، نقل مطابق اصل ہے۔

یہ وہی فتویٰ ہے، جس پر مولانا ریاض الدین صاحب مرحوم، مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مرحوم، مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا مفتی مہدی حسن صاحب، قاضی مسعود احمد صاحب، مولانا محمد شفیع صاحب، مولانا رسول خان صاحب، مولانا عبدالسمیع صاحب، مولانا حسین احمد صاحب، مولانا شبیر احمد صاحب، مولانا سید اصغر حسین صاحب، احقر خاکسار محمد طیب، مولانا محمد ابراہیم صاحب وغیرہ حضرات کے دستخط ثبت ہیں۔

محمد طیب، ۱۸/۱/۱۳۷۳ھ

(ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، ص۱۲۰۱ تا ۱۲۰۳، ملخصاً ''مفتیِ اعظم نمبر'' اشاعتِ خصوصی: جمادی الاخریٰ تا شعبان ۱۳۹۹ھ، مرتبہ: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، بعنوان ''معاصر علماء کے مکاتیب'' مکاتیب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے اس جواب کو جماعتِ دیوبند کی ترجمانی قرار دیا، اور سوال خاص ''شیعہ اثنا عشری'' کے متعلق ہے۔

''فتاویٰ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی'' میں ایک سوال اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی طرف سے، اس کا جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: مولانا حسین علی صاحب علیہ الرحمۃ نے قرب وجوار کے جاہل پیروں، اوران کے متبعین کو غلو فی الدرجات کی وجہ سے ''مشرکِ حقیقی'' کہا ہے، اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟

جواب: ہم ان جہلاء(جن کو کافر کہا گیا ہے) کے کلام میں تاویل کرتے ہیں، اور حسنِ ظن کو ضروری سمجھتے ہیں، اور تکفیر کو حتی الوسع غیر ضروری قرار دیتے ہیں، یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ فقہائے متاخرین اور قدمائے اہلِ کلام کا اختلاف ہے۔

فقہائے متاخرین بہت سی جزئیات پر تکفیر کا فتویٰ صادر فرمادیتے ہیں، اور اہلِ کلام کا

مقالہ ہے ''**لانکفر احدا من اھل البدعة ،ببدعة** ''اور ان کا اصول ہے کہ اگر کسی کے کلام میں سو (100) احتمالات ہیں، ننانوے (99) احتمالات، کفر کے نکلتے ہوں، اور ایک احتمال ایسا ہے، جس سے اس کا ایمان معلوم ہوتا ہے، تو اس کی تکفیر نہ کرنی چاہیے، اور احتمالِ ایمان کو ترجیح دینی چاہیے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز اپنے مکتوب ''انوارُ القلوب'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''متقدمین اہلِ کلام کا ننانوے (99) احتمالات کو ذکر کرنا تحدیداً نہیں ہے، بلکہ تقریباً ہے، اگر ہزار احتمالات میں سے نوسو ننانوے (999) احتمالات کفر کے ہوں، اور ایک احتمال ایمان کا ہو، تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہیے، اس لیے وہ احتمالِ بلیغ عمل میں لاتے تھے''۔

میں نے خود حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''جب سے میں نے مکتوب ''انوارُ القلوب'' لکھا ہے، اس وقت سے روافض کی تکفیر پر جرأت نہیں ہوتی، اس پر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ان کے ایمان پر بھی تو جرأت نہیں ہوتی، تو (حضرت گنگوہی نے) فرمایا کہ نہ ہو، مگر تکفیر نہ ہونی چاہیے (فتاویٰ شیخ الاسلام، صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱، بعنوان ''تکفیر میں احتیاط لازم ہے'' جمعیۃ پبلیکیشنز، لاہور، اشاعتِ دوم: جولائی 2015ء)

اس سے معلوم ہوا کہ متقدمین مجتہدین نے کسی پر کفر کا حکم لگانے میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے، جو بعض متاخرین کے کلام میں نہیں پائی جاتی، اسی وجہ سے متاخرین کے کلام سے بعض اصول ٹوٹ جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''مجتہدین میں ایک مخصوص بات یہ ہوتی ہے کہ وہ نصوص سے ایسے اصول کو مستنبط کرتے ہیں کہ وہ اصول ٹوٹتے نہیں، اور جو اصول متاخرین نے مجتہدین کی تفریعات سے استنباط کیے ہیں، وہ ٹوٹ جاتے ہیں (الکلام الحسن، صفحہ ۴۶، فقہ حنفی کے اصول وضوابط،

www.idaraghufran.org

ص۴۶، مشمولہ ’’تحفۃُ العلماء، ج۲، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ طبع: ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابنِ عابدین شامی وغیرہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اصل مجتہدین نے اہلِ بدعت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی، اور تکفیر کا قول اُن فقہائے کرام کے کلام میں پایا جاتا ہے، جو مجتہدین کے درجے پر فائز نہیں، اور مجتہدین کے مقابلے میں اُن کے قول کا اعتبار نہیں۔ [۱]

حضرت مدنی کی شہادت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت گنگوہی، نے ’’انوارُ القلوب‘‘ تحریر کرنے کے بعد روافض کی تکفیر سے احتیاط فرمالی تھی، جس سے حضرت گنگوہی کے، روافض کے بارے میں مختلف فتاویٰ میں عدمِ تکفیر کے فتوے کا، بعد کے زمانے سے متعلق ہونا راجح معلوم ہوتا ہے۔

اور مذکورہ مکتوب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کی طرف سے روافض کے ایمان پر جرأت نہ ہو، تو تکفیر پر بدرجۂ اولیٰ جرأت نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ نصوص میں تکفیر نہ کرنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے، اور سو میں سے ننانوے، یا ہزار میں نوسوننانوے احتمالات، کفر کے، اور ایک احتمال، ایمان کا ہونے کی صورت میں تکفیر نہ کرنے کا تقاضا بھی یہی ہے، جیسا کہ خود حضرت مدنی نے مذکورہ مکتوب میں واضح فرمادیا۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

’’شیعوں کے مختلف فرقے ہیں، ان کے بعض فرقوں میں کسی سنی مرد، یا عورت کا نکاح منعقد نہیں ہوسکتا، بعض فرقوں میں نکاح منعقد ہوسکتا ہے، لیکن ایسا نکاح، سنی مسلمان اور اس کی اولاد کے لیے دینی اعتبار سے سخت خطرناک ہے، حتی الامکان ایسے نکاح سے

---

[۱] اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا، لكن يضلل إلخ .وذكر فى فتح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم يكفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين، نعم يقع فى كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا(رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص۲۳۷، كتاب الجهاد، باب المرتد)

www.idaraghufran.org

پورا اجتناب کریں۔

اگر سخت مجبوری کی صورت بالفرض پیش آئے، تو شیعہ لڑکی کے عقائد حضرت ابوبکر وعمر اور حضرت عائشہ وحضرت علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں تحریر کرکے، مسئلہ دوبارہ پوچھ لیا جائے۔واللّٰہ اعلم"۔

۲۶-۹-۱۳۹۴ہجری (فتویٰ نمبر:۲۰۰۷/۲۵د)

(فتاویٰ دارالعلوم کراچی، ج۳،ص۲۰۶، کتاب النکاح، فصل فی انکحۃ الفساق والکفار، بعنوان:سنی لڑکے کا شیعہ لڑکی سے نکاح،مطبوعہ:ادارۃ المعارف کراچی، سنِ طباعت: جنوری2016ء)

مذکورہ بالا تفصیل کے پیشِ نظر ہمارے نزدیک، احتیاط اس میں ہے کہ تمام اہلِ تشیع، یا "اثنا عشری" فرقے کے تمام لوگوں کی تکفیر نہ کی جائے، اور اس سلسلے میں یہی تفصیل وتقسیم کی جائے کہ جو کفریہ عقائد رکھتے ہوں، وہ کافر ہیں، اور جو کفریہ عقائد نہ رکھیں، وہ کافر نہیں۔

اب یہ بات کہ دنیا بھر کے تمام شیعہ، کفریہ عقائد رکھتے ہیں، یا نہیں؟

ظاہر ہے کہ اس کا علم، اللہ کے علاوہ کسی اور کو ہونا مشکل ہے، اس لیے ہم دنیا بھر کے تمام اہلِ تشیع کی طرف کفر کی نسبت کرنے کی ذمہ داری اور ایسا بوجھ اپنے سر لادنے کی جرأت نہیں کرسکتے کہ احادیث کی رو سے اس کا سخت ترین وبال اپنے ہی سر آجائے۔ [1]

---

[1] عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا قال الرجل لأخيه يا كافر، فقد باء به أحدهما(بخاری، رقم الحديث ۶۱۰۳،كتاب الادب، باب من كفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال)

عن عبد الله بن دينار أنه سمع ابن عمر، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أيما امرء قال لأخيه: يا كافر، فقد باء بها أحدهما، إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه " (مسلم،رقم الحديث ۶۰،كتاب الايمان،باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم :يا كافر)

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: " إن اللعنة إذا وجهت إلى من وجهت إليه، فإن أصابت عليه سبيلا، أو وجدت فيه مسلكا ، وإلا قالت: يا رب، وجهت إلى فلان، فلم أجد عليه سبيلا، ولم أجد فيه مسلكا، فيقال لها: ارجعي من حيث جئت "، فخشيت أن تكون الخادم معذورة، فترجع اللعنة، فأكون سببها (مسند احمد، رقم الحديث ۳۸۷۶، عن عبدالله بن مسعود)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اگر کوئی دوسرا اپنے سر یہ ذمہ داری لیتا ہے، تو وہ اس کا اپنا فعل ہے۔

اگر اس مسئلے کی مزید تفصیل درکار ہو، تو ہماری مفصل ومدلل تالیف ’’تکفیرِ مسلمین ومبتدعین‘‘ کا حکم‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ أَتَمُّ وَ أَحْکَمُ

محمد رضوان خان

03/صفرالمظفر/1442ہجری۔

بمطابق21/ستمبر/2020ء بروز پیر

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو جانشین کیوں بنایا؟

آج کل اس مسئلہ پر بہت بحث کی جاتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، اگر جلیل القدر صحابی تھے، تو انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر اور بابرکت شخصیت کے ہوتے ہوئے، اپنے بیٹے ''یزید'' کو، اپنا جانشین کیوں مقرر کیا۔

بعض لوگ اس مسئلہ پر اتنا آگے بڑھ جاتے ہیں کہ وہ اس کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے بھی مرتکب ہو جاتے ہیں، حالانکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سب و شتم کرنا، سخت گناہ ہے۔

اس نازک مسئلہ پر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ نے مفید مضمون تحریر فرمایا ہے، جس میں بہت سے شبہات کے جوابات ہیں، اس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ، ایک تفصیلی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ ہے کہ خلافت اور نظامِ اسلامی برقرار رکھنے اور ترقی دینے کے لیے مادی طاقت اولین شرط ہے، اور اس میں آج صرف بنی امیہ تمام قریش میں واحد مرکز ہیں، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بنی ہاشم اور دیگر مسلمانوں کا نظریہ، یہ ہے کہ اس کے یعنی خلافتِ اسلامیہ کے لیے اولین شرط تقویٰ اور خدا ترسی ہے، اور اس کے واحد مرکز بنی ہاشم اور بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ دونوں اجتہادی نظریے اپنا پھل پھول لاتے ہیں، یقیناً ہمارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نظریہ صحیح ہے، اور جمہور اسلام بھی یہی رائے رکھتے تھے، مگر حضرت معاویہ

www.idaraghufran.org

رضی اللہ عنہ کے نظریہ کو بالکل غلط بھی نہیں کہا جاسکتا۔

بہر حال صفین کا ناگوار واقعہ پیش آیا، اور آخر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح اور شرائط کی نوبت آئی، جس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

اب اس کے بعد بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا، جس میں اندرونی سازش حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تھی، مگر اس کے لیے کوئی مستند ثبوت نہیں ہے، اور نہ یہ امر ان نصوص کے موافق ہے، جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق قرآن اور احادیثِ صحیحہ میں وارد ہیں، یا خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق وارد ہیں، اس لیے اگر زہر کا واقعہ ثابت بھی ہو جائے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سازش یقیناً غلط اور بے بنیاد ہے۔

دوسرا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یزید کی خلافت کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوشش فرمائی، اور اس کو نامزد کیا، اور لوگوں سے بیعت کا سامان کیا، اور اسی امر کو آپ پوچھ رہے ہیں، تو اس میں مندرجہ ذیل امور قابلِ لحاظ ہیں۔

(الف)......اس کے متعلق آیا ایسی مستند تاریخی روایات موجود ہیں، جن کو ان روایاتِ صحیحہ اور نصوصِ قرآنیہ کے مقابل لایا جاسکے، جو کہ علوِ شانِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر دلالت کرتی ہیں، یقیناً ایسی روایات نہیں ہیں۔

اس لیے کیوں نہ کہا جائے کہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ خود یزید اور اس کے اعوان نے اس کے لیے کوشش کی (یہ لوگ متقی نہ تھے، اور ملوکیت پسند تھے) عام مسلمان اور بالخصوص اہلِ حجاز، اس کے خلاف تھے۔

(ب)......اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیا جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خواہش، یا سعی اس کے لیے ہوئی تھی، تو جب کہ حسبِ شروطِ صلح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت نہیں ہوسکتی تھی، کیونکہ ان کی وفات ہوچکی تھی، تو پھر اب ان عہود و

مواثیق کی رعایت باقی ہی نہیں رہی تھی، جو کہ بحیثیتِ صلح ضروری تھیں۔

اب اپنے اجتہاد اور رائے پر عمل کرنا رہ گیا تھا، ان کی وہ رائے کہ مستحقِ خلافت وہ قریشی شخص ہوسکتا ہے، جس میں مادی قوت اور حسنِ تدبیر ہو، اور یہ امر بنی امیہ میں عموماً اور یزید میں خصوصاً موجود ہے، یزید کو متعدد معارکِ جہاد میں بھیجنے اور جزائرِ بحرِ ابیض اور بلاد ہائے ایشیائے کوچک کے فتح کرنے، حتیٰ کہ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جاچکا تھا، تاریخ شاہد ہے کہ معارکِ عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔

اس کے فسق و فجور کا علانیہ ظہور ان (حضرت معاویہ) کے سامنے نہ ہوا تھا، اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا، اس کی ان کو اطلاع نہ تھی، ایک وہ شخص جو کہ فقیہ فی الاسلام ہے، اور حسبِ دعواتِ مستجابہ ہادی اور مہدی ہے''**والذین معہٗ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلا من اللّٰہ ورضوانا** ''کا مصداق، اور''**ولکن اللّٰہ حبب الیکم الایمان وزینہٗ فی قلوبکم و کرّہ الیکم الکفر والفسوق و العصیان** ''کا مظہر''**کنتم خیر امۃ اخرجت للناس** ''اور''**أصحابی کالنجوم** ''اور''**اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضاً من بعدی**''(مشکاۃ شریف،۲/۵۵۴)

وغیرہ احادیث وآیات کا مورد ہے، کیا وہ کسی **مجاھر بالفسق والعصیان** کو عالمِ اسلامی کی رقاب اور اموال وغیرہ کا ذمہ دار کرسکتا ہے؟

بخاری شریف کی بعض روایات سے کچھ اس نامزدگی کے اشارات معلوم ہوتے ہیں، مگر ان میں تصریح نہیں ہے، صرف رغبت اور پروپیگنڈا مفہوم ہوتا ہے، پھر یہ بھی تصریح نہیں ہے کہ یہ پروپیگنڈا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امر اور اطلاع سے ہورہا ہے۔

(ج)......اگر بالفرض یہ امور تسلیم بھی کرلیے جائیں، تو غایت ما فی الباب ایک خطاء کا ارتکاب معلوم ہوتا ہے، جو کہ انسانی کمزوریوں میں سے ایک کمزوری ہے، جس سے کوئی

مقرب، یاولی خالی نہیں ہوسکتا، نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان سے معصوم ہیں۔

اس کمزوری کا مرکز نہ صرف محبتِ اولاد ہے، بلکہ یہ تجربہ اورظنِ قوی بھی ہے کہ امتِ مسلمہ کے اس وسیع احاطے کو بجز ایسی قاہرہستی اور ایسے منتظم اور مادی قوت والے شخص کے، موجودہ قریش میں سے کوئی سنبھال نہیں سکتا تھا۔

بنی ہاشم اور دیگر اشخاص میں اگرچہ ایسی بے مثال ہستیاں موجود ہیں، جو کہ تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کے آفتاب ہیں، مگر یہ امر اتنے بڑے مہمِ امر کے لیے کافی نہیں، ورنہ **سفکِ دماء** اوراضاعتِ اموال، اور**فساد فی الارض** پیدا ہوگا، اس لیے **اھونُ البلیتین** کواختیار کرنا لازم ہے، ادھرتنافسِ خانگی بھی رنگ لاتا ہے۔

بہرحال صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے متعلق حسنِ ظن، جس کے لیے نصوصِ متعددہ وارِد ہیں، کسی حال میں چھوڑا نہیں جاسکتا، خود یزید کے متعلق بھی تاریخی روایات، مبالغہ اور آپس کے تخالف سے خالی نہیں ہیں۔ **واللّٰہ اعلم بالسرائر**.......

والسلام

ننگِ اسلاف حسین احمدغفرلہٗ۔23جنوری1944ء

(مکتوباتِ شیخ الاسلام، ج اص۲۶۶ تا ص۲۶۸،مکتوب نمبر: ۸۸، بعنوان''''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو کیوں ولی عہد بنایا؟''مرتبہ: نجم الدین اصلاحی، مطبوعہ: مطبع معارف، اعظم گڑھ، انڈیا، سنِ طباعت:1952ء)

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ — حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط57 — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

فرعون کی دھمکیاں اور ''رجلِ مومن'' کی دعوت (حصہ ہشتم)

رجلِ مومن کی دعوت (مردمومن کی طرف سے اپنی قوم کو حق کی دعوت)

رجلِ مومن نے سلسلہ کلام جاری رکھا اور فرعون کی احمقانہ اور سراپا جہالت مداخلت کی پروا نہیں کی، اور فرعون کی احمقانہ بات کو اَن سنی کرتے ہوئے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے اپنی قوم کے سرکشوں، متکبروں اور خود پسندوں کو مخاطب کر کے دوبارہ ناصحانہ انداز میں کہا کہ فرعون جس راہ پر تمہیں چلانا چاہتا ہے وہ ہدایت کی راہ نہیں، بلکہ گمراہی کا راستہ ہے، اگر تم فرعون کی پیروی کرو گے، تو وہ تمہیں دائمی تباہی اور ہلاکت کی طرف لے جائے گا، جس میں تمہارے لیے خسارے اور نقصان کا سودا ہے، لیکن اگر تم صحیح راستے پر چلنا چاہتے ہو، جس میں تمہیں ہر طرح کی کامیابیاں وکامرانیاں نصیب ہوں، تو اس کی طرف میں تمہاری رہنمائی کر رہا ہوں، اس لیے میری پیروی کرو۔

قرآن مجید کی سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ الَّذِیۡۤ اٰمَنَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوۡنِ اَهۡدِكُمۡ سَبِیۡلَ الرَّشَادِ (سورۃ غافر، رقم الآیات ۳۸)

یعنی ''اور جو شخص ایمان لے آیا تھا، اس نے کہا کہ اے میری قوم! میری بات مانو، میں تمہیں ہدایت کے راستے پر لے جاؤں گا''۔

رجلِ مومن نے فرعون کی احمقانہ بات کا کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا، اور اپنی قوم کو دعوت دیتے ہوئے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا کہ جو شخص فطرتِ سلیمہ اور عقلِ صحیح رکھتا ہو، وہ ہدایت وکامیابی کے واضح دلائل کو ضرور قبول کرے گا، وہ فرعون کی بے سروپا باتوں کی طرف کوئی

توجہ نہیں دے گا، کیونکہ فرعون کے پاس اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ وہ دنیا کی دولت اور سلطنت کی وجہ سے غرور میں مبتلا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنی مہمل اور احمقانہ بات کے بارے میں کہتا ہے کہ میں تمہیں سیدھا راستہ ہی بتا رہا ہوں۔

اس لیے اصل راستہ وہی ہے کہ جو موسیٰ علیہ السلام نے پیش کیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ کفر وشرک سے باز آ جاؤ، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرلو، ظلم وزیادتی کو چھوڑ دو، اور سرکشی اور بغاوت سے کنارہ کشی اختیار کرلو، اس کے بجائے عدل وانصاف کا راستہ اختیار کرو، جو کہ نیکی کا راستہ ہے۔

رجلِ مومن کی دعوت (ہمیشہ کا گھر آخرت ہی کا ہے)

رجلِ مومن نے دنیا کی بے ثباتی، اور دنیا کی عارضی زندگی، اور دنیا کے فانی ہونے، اور اس کے عیش وعشرت کے چندروزہ ہونے کی طرف بھی اپنے وعظ میں اشارہ فرمایا، اور فرعون اور اس کے درباریوں کی اس کی طرف متوجہ فرمایا کہ دنیا تو فانی ہے، جو ایک وقت آنے پر ختم ہوجائے گی، یہاں کی زندگی تو محض کھیل تماشہ، لہو ولعب اور عیش وعشرت ہے، یہاں کا عیش وآرام، یہ سب عارضی، وقتی اور چندروزہ ہے، یہاں کے عیش وآرام کی وجہ سے اپنے آخرت کے حقیقی فائدے کا نقصان نہ کرو، تم اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی ابدی راحتوں کی فکر کرو، کیونکہ آخرت کی زندگی کو قرار ہے، اس لیے عقل مند آدمی کو عارضی دنیا کے بجائے، آخرت کی ہمیشگی والی زندگی کا انتخاب کرنا چاہیے، اور اس کی فکر کرنی چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ (سورة غافر، رقم الآيات ۳۹)

یعنی ”اے میری قوم! یہ دنیاوی زندگی تو بس تھوڑا سا مزہ ہے، اور یقین جانو کہ آخرت ہی رہنے بسنے کا اصل گھر ہے“۔

مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا والی زندگی تھوڑی سی ہے، چندروزہ ہے، اس میں جو کچھ سامان ہے، وہ بھی

تھوڑا سا ہے، اور تھوڑے دن کام آنے والا ہے، اس ذرا سی دنیا کے لیے تم اپنی آخرت برباد نہ کرو، جو شخص کفر پر مرے گا، اس کے لیے وہاں دائمی عذاب ہے، وہاں کے عذاب کے لیے اپنی جان کو تیار کرنا، ناسمجھی کی بات ہے، سب کو مرنا ہے، میدانِ آخرت میں جانا ہے، جو لوگ ایمان کے ساتھ پہنچیں گے، وہ وہاں جنت میں جائیں گے، اور جنت ایسی جگہ ہے، جو ''دارُ القرار'' یعنی حقیقت میں رہنے کی جگہ ہے۔ [1]

رجلِ مومن کی دعوت (اہل ایمان کے لیے دخولِ جنت کی عظیم خوشخبری)

رجلِ مومن نے مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نیکیوں اور برائیوں کا بدلہ دے گا، برائی کا بدلہ تو اتنا ہی ملے گا، جس قدر برائی کی تھی، اور نیک عمل کا بدلہ بہت زیادہ ملے گا، کسی بھی مرد یا عورت نے بحالتِ ایمان کوئی بھی نیک عمل کرلیا، تو اس کے لیے اللہ نے یہ صلہ رکھا ہے کہ ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا، تم لوگ اسی جنت کے لیے فکر مند بنو، اور ایمان قبول کرو۔

قرآن مجید کی سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىٰٓ اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورة غافر، رقم الآيات ۴۰)

یعنی ''اور جس شخص نے کوئی برائی کی ہوگی، اسے اسی کے برابر بدلہ دیا جائے گا، اور جس نے نیک کام کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مومن ہو، تو ایسے لوگ جنت میں

[1] يا قوم اتبعون أهدكم سبيل الرشاد لا كما كذب فرعون فى قوله: وما أهديكم إلا سبيل الرشاد ثم زهدهم فى الدنيا التى قد آثروها على الآخرة وصدتهم عن التصديق برسول الله موسى عليه الصلاة والسلام فقال: يا قوم إنما هذه الحياة الدنيا متاع أى قليلة زائلة فانية عن قريب تذهب وتضمحل وإن الآخرة هى دار القرار أى الدار التى لا زوال لها ولا انتقال منها ولا ظعن عنها إلى غيرها بل إما نعيم وإما جحيم ولهذا قال جلت عظمته: من عمل سيئة فلا يجزى إلا مثلها أى واحدة مثلها ومن عمل صالحا من ذكر أو أنثى وهو مؤمن فأولئك يدخلون الجنة يرزقون فيها بغير حساب أى لا يتقدر بجزاء بل يثيبه الله عز وجل ثوابا كثيرا لا انقضاء له ولا نفاد والله تعالى الموفق للصواب (تفسير ابنِ كثير، ج۷ص ۱۳۱، سورة غافر)

www.idaraghufran.org

داخل ہوں گے، وہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا‘‘۔

مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے برا عمل کیا، اس کا بدلہ اسی برائی کے برابر ہوگا، یعنی جتنی برائی کی ہے اس سے زیادہ سزا ملے گی، اور جس مرد یا عورت نے بھی ایمان کی حالت میں نیک عمل کیا، تو وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور جنت میں انہیں بے شمار روزی نصیب ہوگی، نیکی کا کام خواہ مرد کرے، یا عورت ان کو برابر اجر ملے گا، کیونکہ مکلّف ہونے میں مرد اور عورت برابر ہیں۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ انعام میں بھی نیک عمل کے دس گنا تک بدلہ دینے کا ذکر ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

مَنۡ جَاءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا وَمَنۡ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزٰۤى اِلَّا مِثۡلَهَا وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ (سورة الانعام، رقم الآية ۱۶۰)

یعنی ’’جو کوئی (اللہ کے حضور) نیکی لے کر آئے گا، اس کے لئے دس گنا (اجر) ہے، اور جو کوئی بدی لے کر آئے گا، اس کو بس اس کے برابر ملے گا، اور لوگوں پر (کسی طرح کا) ظلم نہیں کیا جائے گا‘‘۔

یہ اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان ہے کہ گناہ ایک کرے گا، تو ایک ہی سمجھا جائے گا، نیکی ایک کرے گا، تو دس گنا بدلہ ملتا ہے، اور بعض حالات میں سات سو گنا، اور بعض حالات میں اس سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ (سورة البقرة، رقم الآية ۲۶۱)

---

[1] من عمل سيئة فلا يجزى إلا مثلها ومن عمل صالحا من ذكر أو أنثى وهو مؤمن اى فى حال الايمان فان الايمان شرط لجزاء كل عمل صالح لان الله تعالى هو المالك للجزاء فلا بد للايمان به على ما يرتضيه حتى يجزى ما عمل لوجهه خالصا فأولئك يدخلون الجنة يرزقون فيها بغير حساب بغير تقدير وموازنة للاعمال بل أضعافا مضاعفة فضلا منه ورحمة (التفسير المظهرى، ج۸ص ۲۵۹، سورة غافر)

www.idaraghufran.org

یعنی ''مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے اموال کو، اللہ کے راستے میں، ایسی ہے، جیسے ایک دانہ اگائے، سات بالیں، ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ اضافہ کردیتا ہے، جس کے لئے چاہتا ہے، اور اللہ وسعت والا، بڑے علم والا ہے''۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى مَا شَاءَ اللّٰهُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِيْ، وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٦٣٨، ابواب الصيام، باب ماجاء في الصيام وفضله) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ بڑھا چڑھا کر دیا جاتا ہے، ایک نیک عمل کے بدلے میں دس سے لے کر سات سو نیکیوں تک ثواب عطا کیا جاتا ہے، جتنا اللہ چاہے، اللہ فرماتا ہے، سوائے روزے کے، کہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا (ابنِ ماجہ)

مطلب یہ ہے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ ہر نیک عمل کا ثواب دس سے لے کر سات سو درجہ اضافہ کرکے عطاء کیا جاتا ہے، جتنا اخلاص اور جتنا شرعی اصول وقواعد کا لحاظ ہوتا ہے، اسی کے مطابق ثواب بڑھایا جاتا ہے، جس کا حقیقی علم، اللہ ہی کو ہوتا ہے۔

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

علمی وتحقیقی رسائل (جلد 13)

(1)...محمد بن عبدالوھاب نجدی کے عقائد وافکار

(2)...قیامِ رمضان وباجماعت نوافل کی تحقیق

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

طب وصحت حکیم مفتی محمد ناصر

سَفَرْجَلُ (یعنی بہی)

’’سَفَرْجَلُ‘‘ ایک پھل کا عربی نام ہے، اس کو فارسی میں بہی اور انگریزی میں **Quince** کہتے ہیں۔

’’سَفَرْجَلُ‘‘ یا بہی، سیب جیسی جسامت رکھتا ہے، مگر اوپر سے بے ڈول ہونے کی وجہ سے سیب کے ساتھ مکمل طور پر مشابہت نہیں رکھتا، بلکہ کسی قدر ناشپاتی سے مشابہت رکھتا ہے۔

’’سَفَرْجَلُ‘‘ پھل کے بھی دیگر پھلوں کی طرح کچھ مخصوص فوائد ہیں، مگر اس پھل کو اس لحاظ سے مزید شہرت حاصل ہے، کہ بعض احادیث میں اس پھل کی افادیت کا ذکر آیا ہے، اور محدثین کرام نے احادیث کی کتابوں میں ’’کتابُ الطب‘‘ یا ’’کتابُ الاطعمة‘‘ کے عنوان کے تحت ’’سَفَرْجَلُ‘‘ کی احادیث جمع کی ہیں، اور علماء واطباء نے طبِ نبوی کے عنوان کے تحت، اس پھل کا ذکر کیا ہے۔

اس لحاظ سے ’’سَفَرْجَلُ‘‘ کو مسلم معاشرے میں محض ایک پھل ہی نہیں، بلکہ مقدس پھل سمجھا جاتا ہے۔

مگر جن احادیث میں ’’سَفَرْجَلُ‘‘ کا ذکر آیا ہے، ان احادیث کی اسناد پر محدثین کرام نے کلام بھی کیا ہے۔

اس لئے اس سلسلہ کی احادیث اور ان پر محدثین کا کلام پہلے ذکر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

دخلت على النبى -صلى الله عليه وسلم -وبيده سفرجلة، فقال : "دونكها يا طلحة، فإنها تجم الفؤاد" (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٣٦٩)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے ہاتھ میں ’’بہی‘‘ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے طلحہ! یہ ’’بہی‘‘ لے لو، اس لئے کہ یہ دل کو مضبوط

کرتا ہے (ابن ماجہ)

مگراس حدیث کواہلِ علم نے ''ضعیف جدّا''یعنی شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلَّم: كلوا السفرجل على الريق فإنه يذهب وغر الصدر (الطب النبوى لابى نعيم الاصفهانى، رقم الحديث ٧٩٣)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہار منہ ''بہی'' کھاؤ، کیونکہ یہ سینوں کی حرارت (وگرمی) کو دُور کرتا ہے (ابونعیم)

سند کے اعتبار سے مذکورہ حدیث کو بھی اہلِ علم حضرات نے ''ضعیف جدّا''یعنی شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

(جاری ہے......)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف جدا، إسماعيل بن محمد الطلحي ليس بذاك القوى، ومن فوقه مجاهيل: نقيب وأبو سعيد وعبد الملك. وأخرجه البزار فى "مسنده(949) ")، والشاشى فى "مسنده" 11))، وابن حبان فى "المجروحين65 /2 "، والحاكم 371 - 370 /3و 411 /4من طريق عبد الرحمن ابن حماد، عن طلحة بن يحيى، عن أبيه، عن طلحة بن عبيد الله رضى الله عنه. وهذا سند ضعيف جدا، عبد الرحمن بن حماد منكر الحديث واتهمه ابن حبان بالوضع. وسئل أبو زرعة الرازى عن حديثه هذا كما فى "العلل "لابن أبى حاتم 5939)) فقال: هذا حديث منكر (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] قال الالبانى: (كلوا السفرجل على الريق؛ فإنه يذهب وغر الصدر) .ضعيف.
رواه أبو نعيم فى "الطب "كما فى "المنتقى منه "برقم (20)عن محمد بن موسى الحرشى: حدثنا عيسى بن شعيب: حدثنا أبان، عن أنس بن مالك مرفوعا .قلت: وهذا إسناد ضعيف جدا؛ آفته أبان هذا – وهو ابن أبى عياش البصرى – وهو متروك .وعيسى بن شعيب؛ الظاهر أنه النحوى أبو الفضل البصرى الضرير، قال عمرو ابن على: " صدوق ."وقال ابن حبان: "فحش خطؤه، فاستحق الترك ."ومحمد بن موسى الحرشى؛ الظاهر أنه أبو عبد الله البصرى؛ مختلف فيه، فضعفه أبو داود، وقال النسائى ومسلمة: " صالح"، وذكره ابن حبان فى "الثقات."والحديث عزاه السيوطى فى "الجامع "لابن السنى وأبى نعيم والديلمى عن أنس، وسكت عنه فى "الفتاوى. (204 /2) "وأما المناوى فقد أبعد النجعة؛ فأعله بالحرشى وابن شعيب، وغفل عن العلة الحقيقية من فوق!والحديث عزاه السيوطى فى المصدرين السابقين: لابن السنى أيضا وأبى نعيم عن جابر – وبيض له المناوى –، والديلمى عن عوف بن مالك مرفوعا بلفظ: "كلوا السفرجل؛ فإنه يجم الفؤاد، ويشجع القلب، ويحسن الولد ."وقال المناوى: "وفيه عبد الرحمن العرزمى؛ أورده الذهبى فى "الضعفاء"، ونقل تضعيفه عن الدارقطنى."قلت: وهو عبد الرحمن بن محمد بن عبيد الله العرزمى (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٤٠٩٩)

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب و روز

- ...... 8/15/22/29/محرم الحرام 1442ھ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ و مسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔
- ...... 3/10/17/24/محرم الحرام، اور 2/صفرالمظفر 1442ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔
- ...... 4/محرم الحرام بروز پیر، جناب نوید عباسی صاحب، کے یہاں مدیر صاحب مع چند رفقائے ادارہ کے، عشائیہ پر مدعو تھے۔
- ...... 8/محرم الحرام بروز جمعہ، مدیر صاحب کے پھوپھی زاد بھائی جناب نعیم خان صاحب، طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے، 9/محرم کی صبح رتہ قبرستان، راولپنڈی میں نمازِ جنازہ ہوا، جس میں حضرت مدیر صاحب اور بعض خدامِ ادارہ شریک ہوئے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور پسِ ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین
- ...... 23و24/محرم الحرام 1442ھ، بروز ہفتہ، اتوار، بندہ محمد ناصر نے عارف والہ میں یونیفکیشن طبی فاؤنڈیشن کے تحت منعقدہ علمِ سنیاس و کشتہ سازی ورکشاپ میں شرکت کی۔

www.idaraghufran.org

اخبارِ عالم　مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ 21/اگست/2020ء/یکم/محرم الحرام/1442ھ: پاکستان: چینی درآمد پر ود ہولڈنگ اور سیلز ٹیکس کی چھوٹ، نوٹیفکیشن جاری ✍ 22/اگست: پاکستان: سرکاری اداروں میں ٹائم سکیل ترقیوں کے آرڈر غیر قانونی قرار، اضافی رقوم بھی واپس لینے کا سرکلر جاری ✍ 23/اگست: پاکستان: ایک ہفتے میں مہنگائی 0.96 بڑھ گئی، 20اشیاء مہنگی ✍ 24/اگست: پاکستان: باقی دنیا کے مقابلے میں پاکستان میں کورونا کیسز معجزانہ طور پر کم ہوگئے، پاکستان بھارت کے حالات ایک جیسے، پڑوسی ملک میں اب بھی کورونا کے اثرات بدستور جاری، این سی او سی کے عہدیدار خود بھی حیران، ترقی یافتہ ممالک سخت لاک ڈاؤن کے باوجود قابو نہیں پاسکے، این سی او سی ✍ 26/اگست: پاکستان: شدید بارشوں سے تباہی، سندھ میں ایمرجنسی نافذ، بلوچستان میں درجنوں دیہات زیرِ آب، متعدد ٹرینیں منسوخ ✍ 27/اگست: پاکستان: حکومت نے گیس قیمتیں کم کرنے کا فیصلہ مؤخر کردیا، صارفین فوری ریلیف سے محروم، اوگرا نے گیس 6 فیصد تک کم کرنے کا فیصلہ کیا، پٹرولیم ڈویژن نے اقتصادی رابطہ کمیٹی سے کمی نہ کرنے کی سفارش کی ✍ 28/اگست: پاکستان: اقتصادی کمیٹی، فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ کی مَد میں بجلی مہنگی کرنے کی سمری عارضی طور پر مؤخر ✍ 29/اگست: نیوزی لینڈ: 9پاکستانیوں سمیت 51 نمازیوں کو شہید کرنے والے دہشتگرد کو تا مرگ عمر قید ✍ 30/اگست: عرب امارات: امارات نے اسرائیل سے تجارتی تعلقات بھی بحال کردیے، فضائی سروس آج شروع، متحدہ عرب کے حکمران شیخ زائد نے شاہی فرمان جاری کردیا ✍ 1 یکم/ستمبر: پاکستان: پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ مسترد، پرانی قیمتیں بدستور بحال ✍ 2/ستمبر: پاکستان: سٹاک مارکیٹ میں تیزی، ڈالر 166 سے نیچے، سونا مہنگا ✍ 3/ستمبر: پاکستان: درآمدی گندم لے کر دوسرا بحری جہاز کراچی پورٹ پہنچ گیا، یوکرائن سے 60ہزار میٹرک ٹن گندم لائی گئی، آٹا 3روپے کلو سستا ہونے کی توقع ✍ 4/ستمبر: پاکستان: پاکستان سٹیل کو فروخت کرنے کے بجائے 30 سالہ لیز پر دینے کا فیصلہ، وفاقی کابینہ سے منظوری لی جائے گی، نجکاری کمیشن بورڈ کے اجلاس میں سٹیل ملز کے ٹرانزیکشن سٹرکچر کی بھی منظوری ✍ 5/ستمبر: پاکستان: وفاقی کابینہ نے دہری شہریت والے پاکستانیوں کو الیکشن لڑنے کی اجازت دے دی، آئین کا آرٹیکل 63ون سی تبدیل کرنے کے لیے آئینی ترمیم بل کی منظوری، بل پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا ✍ 6/ستمبر: پاکستان: کراچی کے لیے 1113ارب کے تاریخی پیکج کا اعلان، وسط اور طویل المدتی منصوبے 3سال میں مکمل ہوں گے، وزیرِ اعظم ✍ 7/ستمبر: پاکستان: کراچی نیو

www.idaraghufran.org

کلیئر پلانٹ میں جدید چینی ٹیکنالوجی سے بجلی کی پیداوار کا تھرمل ٹیسٹ کامیاب ✍ 8/ستمبر: پاکستان: میٹرک تا یونیورسٹی، 15 ستمبر سے ایس او پیز کے تحت تعلیمی ادارے کھولنے کا اعلان، وزیرِ تعلیم پنجاب ✍ 9/ستمبر: پاکستان: پنجاب میں 2 سال میں پانچویں آئی جی پولیس کی تبدیلی ✍ 10/ستمبر: پاکستان: توشہ خانہ کیس، سابق وزیرِاعظم نواز شریف اشتہاری قرار، زرداری، گیلانی پر فردِ جرم عائد، احتساب عدالت ✍ 11/ستمبر: پاکستان: آئی ایم ایف نے ایک بار پھر بجلی مہنگی اور گیس کی قیمتیں بڑھانے کا مطالبہ کردیا ✍ 13/ستمبر: پاکستان: دوحہ مذاکرات، پاکستان کا افغان امن کے لیے 4 نکاتی لائحہ عمل ✍ 14/ستمبر: پاکستان: کنٹرول لائن پر بلااشتعال فائرنگ، 11 سالہ بچی شہید، بھارتی ناظم الامور کی دفترِ خارجہ طلبی، احتجاج ✍ 15/ستمبر: پاکستان: ملک بھر میں تعلیمی ادارے سخت ایس او پیز کے ساتھ آج کھل جائیں گے، شادی ہال کھولنے کی بھی اجازت ✍ 16/ستمبر: پاکستان: 30 ستمبر تک پٹرولیم مصنوعات کی موجودہ قیمتیں برقرار، حکومت نے آئندہ پندرہ دنوں کے لیے پٹرولیم مصنوعات میں کسی قسم کی کمی یا اضافہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا ✍ 17/ستمبر: پاکستان: پارلیمنٹ مشترکہ اجلاس، اپوزیشن کی اکثریت اقلیت میں تبدیل، اپوزیشن کے 34 ارکان غائب، FATF سمیت 8 قوانین منظور ✍ 18/ستمبر: پاکستان: ریکوڈک کیس، عالمی بینک کے ثالثی ٹریبونل کے 6 ارب ڈالر جرمانے پر حکمِ امتناع جاری ✍ 19/ستمبر: پاکستان: ایف بی آر مالی سال 2019-2020 ٹیکس تفصیلات جاری، سابق وزیرِ اعظم شاہد خاقان عباسی سب سے زیادہ ٹیکس دینے والے سیاستدان، سابق وزیرِ اعظم نے 24 کروڑ 13 لاکھ 29 ہزار 362 روپے ٹیکس کیا، وزیرِ اعظم عمران خان نے 2 لاکھ 82 ہزار 449 ٹیکس دیا، شہباز شریف نے 97 لاکھ 30 ہزار ٹیکس دیا، ریونیو وصولی میں سندھ کی باقی صوبوں پر ترقی ✍ 20/ستمبر: پاکستان: کورونا وبا، مزید 10 تعلیمی ادارے بند، بلوچستان میں سمارٹ لاک ڈاون کا امکان۔

علمی و تحقیقی رسائل (جلد 11)

(1)...شفاعة فی الأخرة (اقسام واحکام)

(2)...اھلِ فترة و جاھلیة کا حکم

علمی و تحقیقی رسائل (جلد 12)

(1)...احادیث ختم نبوت

(2)...شَفَاعَةُ النَّبِیِّ لِأَبَوَیِ النَّبِیِّ

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

www.idaraghufran.org